ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ

الحمد للہ کہ دریں ایام فرخندہ فرجام کتاب لاجواب الموسوم بہ

# باغ خیال اکبر

عرف

# دیوان اکبر



جسمیں حضرت اکبر میرٹھی اور اکبر داناپوری اور اکبر شاہجہانپوری
کے نعتیہ کلام کا دلچسپ مجموعہ ہے اسکی موجودگی تمام نعتیہ
کتابوں سے مستغنی کردیتی ہے

حسب فرمایش - ایس ریاض الدین تاجر کتب آگرہ

الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طرح انداز بن کون و مکاں تو ہی تو تھا
خوش نوائے حرف ساز کن فکاں تو ہی تو تھا

زمزمہ سنج نوائے فادخلوہا خالدین
رنگ آمیز چمن زار جناں تو ہی تو تھا

ہر گل و برگ و ثمر میں رنگ و بو بنکر بسا
تو ہی تھا تو ہی بہار گلستاں تو ہی تو تھا

طوق قمری تو ہی تو ہی سرو گلشن کی بہار
رنگ گل تو ہی تھا بلبل کی فغاں تو ہی تو تھا

سرمہ دیکر نور آنکھوں کا بڑھاتا تھا تجھے
طور پر صورت کش برق تپاں تو ہی تو تھا

لیلی و شیریں و گل میں شمع میں رکھا تھا کیا
حسن بنکر دلفریب عاشقاں تو ہی تو تھا

نوح کا جودی پہ اور یونس کا بطن حوت میں
چاہ میں یوسف کا یارب مہرباں تو ہی تو تھا

قم باذنی اور انا الحق کہتے انکی کیا مجال
شمس اور منصور کے منہ میں زباں تو ہی تو تھا

کیوں نہ ہو یہ مدح گو تیرا کریم کارساز
نطق بخش اکبر شیریں زباں تو ہی تو تھا

قندیل میں اِک نور ترا جلوہ فشاں تھا
آدم تھا نہ حوّا تھی زمیں تھی نہ سماں تھا

شاخوں میں لچک تھی تری غنچوں میں مہک تھی
پتّوں میں نہاں تھا کبھی پھولوں میں عیاں تھا

ربّ ارنی کہہ تو دیا اُٹھتے ہی پردہ
تھے ہوش فراموش وہاں ہوش کہاں تھا

ہیں ارض و سماوات ترے حکم سے قائم
تو زیب وہ انجمن کون و مکاں تھا

لیلیٰ میں چمک کسکی تھی کس کی تھی تجلی
مجنوں کو جنوں کس کا تھا کسکا خفقان تھا

گر صورت یوسف میں تھی تیری تجلی
کیوں دل میں زلیخا کے محبت کا نشاں تھا

دیکھا جو یہ گلزار جہاں غور سے اکبر
ہر پھول سے ہر پھل سے وہی رنگ عیاں تھا

کسقدر دھیان ہے اے کاکل پیچاں تیرا
اپنے سایہ سے الجھتا ہے پریشاں تیرا

اپنی حسرت پہ لہو روئے ہر اک زخم جگر
گر پڑا ہاتھ سے قاتل جو نمکداں تیرا

کیا کہوں کے مرے صحرا کی جو وسعت اے قیس
نہ ملے اُسمیں جو کھو جائے بیاباں تیرا

حوصلہ نکلے مری وحشت دل کا کیونکر
دائرہ تنگ ہے اے عالم امکاں تیرا

لے گیا اوس کی گلی تک نہ بہا کر لاشہ
چشم تر کام مجھے آیا مرے طوفاں تیرا

آجکل چلتی ہے دنیا میں قیامت کی ہوا
گُل ہو جائے چراغ اے مہ تاباں تیرا

زلف جھک کر یہ کہتی ہے رُخ روشن سے
ہے پریشاں کوئی میرا کوئی حیراں تیرا

خیر ہو بوسے رقابت مجھے آئی تجھ سے
چاک کس کیلئے اے گُل ہے گریباں تیرا

کسطرف ڈھونڈھتا پھرتا ہے تو لے تیر افگن

دل میں اکبر نے چھپا رکھا ہے پیکان تیرا

اللہ رے حسن احمدؐ عالی وقار کا
اُترا ہے نور عرش سے پروردگار کا

اے منکر و نکیر سوال و جواب کیا
بردہ نبیؐ کا بندہ ہوں پروردگار کا

غزوہ میں کم غذا تھی مگر تیرے خوان پہ
پُر تھا شکم طعام سے ستر ہزار کا

کیا خاک باغ خلد کی ہو آرزو ہمیں
خاکہ ہے تیرے روضے کے نقش و نگار کا

نبیوں میں اُسکی شان ہے کالبدر فی النجوم
ختم الرسل خطاب ہے اُس نامدار کا

لب پر علی علی ہے زباں پر ولی ولی
یہ دل ہے عاشق اوس شہ دلدل سوار کا

ہر ہستی سے صلح کل نہیں اکبری سے ہیچ
دشمن ہوں اپنی ہستی نا پائدار کا

مصحفِ ناطق رخِ پُر نور ہے اس ماہ کا
ابروے سلطان دین طغرا ہے بسم اللہ کا

جب جھکی گردن نظر وہ قبۂ سبز آگیا
قاب قوسین بن گیا گنبد تری درگاہ کا

جو کہ فانی ذات شاہ لی مع اللہ میں ہوا
مرتبہ حاصل ہوا اوسکو فنا فی اللہ کا

تھا مدینہ سامنے آنکھوں کے ہنگامِ طواف
میں نے کعبہ میں بھی گھر دیکھا رسول اللہ کا

یوسفِ مصری کو کیا نسبت مرے محبوب سے
وہ ہے معشوقِ زلیخا یہ حبیب اللہ کا

آسمانِ سبز پر تو گنبد خضرا کا ہے
لامکاں خاکہ ہے بیت رسول اللہ کا

قامت بے سایہ حضرت کا ہے کیا عین خیال
نقش ہے یا اس نگینہ پر الف اللہ کا

حشر تک کرتے نہ زمزم سے نکلنے کی ہوس
یوسفِ مصری اگر دیکھتے اوس چاہ کا

غل ہے بازاروں میں پھر اکبر مدینہ کو چلے
میرے دل سے کوئی پوچھے لطف اس افواہ کا

مجھے بھی حبیب خدا بخشوانا
نہ تم سا ملا کوئی دیکھا زمانہ

اندھیرے سے مرقد کے گھبرا نجاؤں
مجھے چاند سی اپنی صورت دکھانا

بہت سخت ہے گرمی روز محشر
مرے سر پہ رحمت کا ہو شامیانا

بھڑکتا ہے دوزخ نکلتے ہیں شعلے
جلا میں جلا میں بچانا بچانا

خضر تم کوئی راہ ایسی بتادو
مدینہ میں ہو راتدن آنا جانا

پڑا رہنے دے گرد اپنے مکاں کے
کہاں ہے ترے عاشقوں کا ٹھکانا

کبھی اسودِ پاک پر بوسہ دینا
کبھی زمزمہ آب زمزم پہ گانا

میں ہوں طالب شوق پابوس حضرت
مرا انکے قدموں پہ مدفن بسانا

چلا میں جو محفل سے بولے یہ حضرت
وہ جاتا ہے اکبر بلانا بلانا

شکل جب بس گئی آنکھوں میں تو چھپنا کیسا
دل میں گھر کرکے مری جان یہ پردا کیسا

باادب ہیں ترے سب کشتۂ ناز اے قاتل
سانس لینگے نہ دم ذبح تڑپنا کیسا

آپ موجود ہیں حاضر ہے یہ سامان نشاط
عذر سب طے ہیں بس اب وعدۂ فردا کیسا

تیری آنکھوں کی جو تعریف سنی ہے مجھ سے
گھورتی ہے مجھے یہ نرگسِ شہلا کیسا

ہاتھ بڑھتے ہیں گریباں کیطرف پاؤں نکال — المدد جوش جنوں بسنر ہے صحرا کیسا
اے مسیحا یوں ہی کرتے ہیں مریضوں کا علاج — کچھ نہ پوچھا کہ ہے بیمار ہمارا کیسا
گرم بازاری خورشید قیامت ہوگی سرد — حشر میں داغ محبت مرا چمکا کیسا
کیا کہا تجھنے کہ ہم جاتے ہیں دل اپنا سنبھال — یہ تڑپ کر نکل آئیگا سنبھلنا کیسا

منہ دکھائے نہ خدا ہجر کی شب کا اکبر
خوف اسکا ہے ہمیں حشر کا دھڑکا کیسا

بخشوانے تا مکین لامکاں لیجائے گا — کون لیجاتا شفیع عاصیاں لیجائے گا
داغ عشق خاتم پیغمبراں لے جائیگا — بے نشاں دل تھا مگر اچھا نشاں لیجائیگا
میں تو جاتا تھا مدینہ کیطرف اب تو بتا — کس طرف اے توسن عمر رواں لیجائیگا
زاہد و صل علی اصل علی پڑھتے رہو — ورد اسکا سوئے گلزار جناں لیجائے گا
تیری گردش کو دعا دینگے تجھے رکھینگے یاد — گر مدینہ کی طرف اے آسماں لے جائیگا
باندھ رکھی ہے کمر اے رہرو راہ خدا — ہم بھی تیرے ساتھ ہیں چل کہاں لے جائیگا

شاعروں میں روز محشر پڑھکے نعت مصطفےٰ
سب سے بازی اکبر شیریں زباں لیجائے گا

کیا انتشار اب ہمیں رد و قبول کا — دامن ہے اپنے ہاتھ میں آل رسول کا
اللہ اور اسکا حبیب اک ہی تو ہیں — مطلب کھلا ہوا ہے اطیعوا الرسول کا

پہلے ہے جذب اور سلوک اوسکے بعد ہے
یہ راستہ عروج کا ہے وہ نزول کا

کس طرح سے تمام خط شوق ہو مرا
ہم سلسلہ ہے آپکی زلفوں کے طول کا

گہری گلابی آنکھیں ہیں اوس مست ناز کی
ایسا تو رنگ جام میں بھی تھا نہ پھول کا

جاہل ہے علم غیر سے ظالم ہے نفس پر
مطلب یہی [illegible] ظلوم و جہول کا

ہستی کو اپنی جلد مٹا جس طرح سے
پہنچا ہے شیخ سے یہ طریقہ وصول کا

تھی دشت میں بھی یاد حرم کی خلش ضرور
تلووں کو چھیڑتا رہا کانٹا ببول کا

اکبر زباں پہ نہیں آتا جو دل میں ہے
پابند ہوں ضوابطِ اہل اصول کا

اے بے نیاز مالک ہے نام تیرا
مجھکو ہے ناز تجھپر میں ہوں غلام تیرا

میں ہوں ضعیف بندہ تو مالکِ قوی ہے
عصیاں ہے فعل میرا بخشش ہے کام تیرا

کیا کیا حلاوتیں ہیں اللہ اکبر اس میں
میٹھا ہے ذکر تیرا شیریں ہے نام تیرا

انگشتری پر اپنی ایجان اسکو رکھ لے
ہے نقش میرے دل پر کیا خوب نام تیرا

جس شکل پر نظر کی تصویر تھی وہ تیری
کی فکر جس سخن میں تھا وہ کلام تیرا

حاضر ہے ہر جگہ تو پھر ہے الگ سبھوں سے
کسطرح سے کہوں میں یہ ہے مقام تیرا

تو اور عشق داناں کچھ بھی مناسبت ہے
اے دل خیال ہے یہ بے شبہ خام تیرا

کیونکر ہو شکر ہم سے تیری عنایتوں کا — تیرا رسول لایا ہم تک پیام تیرا

مرغ نظر ہمارا کیوں صید ہو نجائے — دانہ ہے خال عارض گیسو ہے دام تیرا

ہوگا بُرے بُروں کا نہ کام روز محشر

اکبر قبول ہوگا کیوں کر سلام تیرا

اللہ غنی ایک مدینہ میں جواں تھا — اللہ ہی اُسکے رُخ روشن سے عیاں تھا

صورت کو تری دیکھ کے کچھ مُنہ سے نہ نکلا — اک صلّ علیٰ صلّ علیٰ وردِ زباں تھا

حیران فرشتے تھے پریشان تھیں حوریں — کس شان کا جلوہ تری صورت سے عیاں تھا

العظمۃ للہ براقِ سفر والا — وہ برق سبک خیز یہاں تھا نہ وہاں تھا

کس شوق سے معراج کی شب کہتا تھا اللہ — آ جلد تو اب تک مرے محبوب کہاں تھا

کہتے ہیں جسے اہل جہاں مُہر نبوت — وہ مُہر نہ تھی مہر الٰہی کا نشاں تھا

بھیجا تھا اسے حق نے ہدایت کو جہاں کی — گو فرش پہ تھا عرش معلیٰ پہ مکاں تھا

گر اسکو نہ پڑھتا کوئی جنت میں نجاتا — تیرا کلمہ فاتحِ ابواب جناں تھا

پہنچا جو میں محفل میں تو بولے مرے مولا

رستے تو بتا اکبر مشتاق کہاں تھا

بیاں کس سے ہو رتبہ محمد مصطفٰے تیرا — کہ قرآنِ مقدس میں ثنا خواں ہے خدا تیرا

تری مدح و ثنا میں فکر کو رستہ نہیں ملتا
وہ عالی مرتبہ ہے اے نبی دوسرا تیرا

بزرگی ہے یہ لولاک سے ظاہر ہوئی تیری
لقب ہے رحمت عالم حبیب کبریا تیرا

تو وہ امی کہ تیرے علم سے عالم ہوا روشن
تو وہ بے سایہ عالم پر ہے سایہ آشنا تیرا

نہ ہوتی پار کشتی نوح کی طوفان سے ہرگز
اگر شامل نہ ہوتا لطف اے ابر عطا تیرا

بھلا موسیٰ کو تیرے رتبۂ عالی سے کیا نسبت
کہ وہ طالب خدا کے اور طالب ہے خدا تیرا

کہیں مدثر کہکر کہیں مزمل کہکر
مخاطب ہو رہا ہے تجھ سے ربِ دوسرا تیرا

تمنا ہے کہ تیرے آستانِ پاک پہنچوں
ملوں آنکھیں اس جا پہ جسجگہ ہو نقش پا تیرا

شفاعت کا تری اکبر کو ہر لحظہ بھروسا ہے
کہ بخشے گا تری خاطر سے اے مولا خدا تیرا

ہر شے میں جلوہ گر ہے واللہ نور تیرا
حیرت میں ڈالتا ہے سب کو ظہور تیرا

از ماہ تا بماہی ظاہر تری خدائی
کرتا ہے ناز تجھپر کبر و غرور تیرا

پتھر کو کرکے سرمہ آنکھوں کو نور بخشا
احسان ہے جہاں پر اے برق طور تیرا

کعبہ میں گر خدا ہے تو بتکدہ میں کیا ہے
اے عقل ہے سراسر ثابت قصور تیرا

دیر و حرم میں یکساں دیکھا ہے تیرا جلوہ
یاں بھی ہے تیرا جلوہ واں بھی ہے نور تیرا

مشتاق تیرے اٹھکر دوڑینگے بے تحاشا
جب نام لیگی خالق آواز صور تیرا

اب وقت ہے مدد کا اے چشم مست ساقی
کرتا ہے کچھ کمی سی دل میں سرور تیرا

وحشت کا میری چرچا عالم میں ہو رہا ہے
شہرہ جہان میں ہے نزدیک و دور تیرا

تو اُس کو بخشدینا لطف و کرم سے اپنے
اکبر کو آسرا ہے ربِّ غفور تیرا

گل و گوہر تو کیا ہر شے میں ہے جلوہ عیاں تیرا
خدایا بے نشاں ہو کر ملا ہم کو نشاں تیرا

ترے ابرِ کرم سے پرورش مخلوق پاتی ہے
الٰہی جابجا ہے فیض کا دریا رواں تیرا

پکارا دیر میں ناقوس سے تجھکو برہمن نے
حرم میں نام زاہد نے لیا وقتِ اذاں تیرا

تری رحمت کا لنگڑے اور لولوں کو سہارا ہے
الٰہی نام عالی ہے عصائے ناتواں تیرا

شرر پتھر سے جب نکلا تو ہمکو یہ ہوا ثابت
کہ ہر ذرہ میں پنہاں ہو گیا حسنِ نہاں تیرا

فنا ہو جائینگے کارخانے ہیں زمانے کے
رہے گا نام باقی خالقِ کون و مکاں تیرا

تری موجودگی ہر شے میں جزو و کل سے ثابت ہے
مگر حسرت ہے پھر بھی تو نہیں ملتا نشاں تیرا

کرم اے ابرِ رحمت تشنگانِ الفت پر
مدد اے موجِ شفقت جاں بلب ہے نیم جاں تیرا

گنہ سب بخشدینا لطف سے اکبر کے محشر میں
بھروسہ ہے اُسے اے مالکِ ہر دو جہاں تیرا

کہو اہلِ وفا سے وہ ستمگر نہیں ملتا
یہ شکر ہے غیروں سے بھی اکثر نہیں ملتا

یہ غم نہیں ملتا ہے یہ جوہر نہیں ملتا
ابرو سے تمہارے کوئی خنجر نہیں ملتا

اس عارضِ رنگیں سے گلِ تر نہیں ملتا
تم دیکھ لو خود پھول کو رکھ کر نہیں ملتا

یہ نخلِ جوانی ثمر اب لانے لگا ہے
وہ جس سے گلے ملتا ہے تن کر نہیں ملتا

وحشی پہ ترے سنگ زنی اب نہیں ہوتی
یا تھک گئے سب یا انہیں پتھر نہیں ملتا

یہ نخل کے انداز تو اچھے نہیں منعم
یاروں سے بھی تو ہاتھ بڑھا کر نہیں ملتا

اغیار بھروسہ نکریں قتل پہ اوس کے
وہ وہ ہے جو سو بار بھی ملکر نہیں ملتا

میں خاک بسر ہوں کے احباب پریشاں
اس کوچہ میں ہے پر دلِ مضطر نہیں ملتا

ڈھونڈھے کوئی کیا راہروِ ملکِ عدم کو
اس راہ کا بچھڑا تو بچھڑ کر نہیں ملتا

ملتے ہیں کئی کھوئے ہوئے راہ طلب کے
ہم ڈھونڈھ رہے ہیں مگر اکبر نہیں ملتا

ہے فیض ابرِ رحمتِ ربِ رحیم کا
سرسبز باغ ہے مری طبعِ سلیم کا

طرہ اڑے تو گیسوئے عنبر شمیم کا
ہم تک بھی آہی جائیگا جھونکا نسیم کا

روزِ ازل سے تمہاری قسمت میں جو الم
پہلا سبق ملا ہے الف لام میم کا

لبریز ہے قرابۂ گل سب گلاب سے
ہے غسل آج گیسوئے عنبر شمیم کا

دوزخ کا نام آتشِ فرقت درست ہے
سچا لقب ہے ہجر عذابِ الیم کا

ہر شے اسی کی شکل میں ہمکو نظر پڑی
حادث دکھا رہا ہے یہ جلوہ قدیم کا

تخصیص مجھ میں کوئی نہیں اے مرے خدا
امیدوار ہوں ترے فضلِ عمیم کا

سائل کسی کے در سے تو خالی پھرا نہیں
محروم کیوں رہے گا یہ بندہ کریم کا

اکبر رضائے دوست کا امیدوار ہوں
خواہاں نہ خلد کا ہوں نہ طالب نعیم کا

ہے آپکے باعث سے وجود ارض و سما کا
کونین میں جلوہ ہے رسولؐ دو سرا کا

بیمار ہوں مقدور نہیں مجھ کو دوا کا
اعجاز دکھا دو لب اعجاز نما کا

اے باد صبا جلد مری خاک اُڑا دے
اسوقت مدینہ کی طرف رخ ہے ہوا کا

کر ڈالا ہے جس نے دل جبرئیل کو غربال
اس دل میں بھی وزن ہے کسی تیر ادا کا

اللہ رے در قصر محمدؐ کی بلندی
ہے اُسکو سزاوار لقب عرش علا کا

مشکل ہے الجھکر تری زلفوں سے نکلنا
ہر پیچ قیامت کا ہے ہر خم ہے بلا کا

تو غور سے کر اپنی ہی صورت کا تماشا
چہرہ ترا آئینہ ہے انوار خدا کا

کیا غور سے حضرت مرا دل دیکھ رہے ہیں
جو رنگ ہے یہ آپ ہی کی تیغ ادا کا

منصور بس اب ہوش میں آ روک زباں کو
یہ بات بھی کہنے کی ہے لے نام خدا کا

کیوں سوئے زمیں دیکھ رہے ہیں دو خورشید
کیا ڈھونڈتے ہیں نقش کسی کے کف پا کا



وہ دور ہے ہم سے کہ پکاریں اسے اکبر
ہے فاصلہ والوں کے لئے فصل دعا کا

محو ایسا تری صورت میں ہے شیدا تیرا
دیکھتا ہے وہ ہر اک شکل میں جلوہ تیرا

ہے جو کچھ عالم فانی میں وہ سب تیرا ہے
جب سے ہم بولے یہی بولے کہ تیرا تیرا

تو کہیں ہو میں تجھے ڈھونڈھ نکالونگا ضرور
تو ہے مطلوب مرا اور میں جویا تیرا

تیری تصویر میں یہاں نظر آئی مری شکل
میری صورت میں نظر آگیا جلوا تیرا

چاک داماں عاشق نے غضب کر ڈالا
اے مرے پردہ نشیں کھل گیا پردا تیرا

دل بھی روشن ترے جلوے سے ہے اور آنکھیں بھی
ہر جگہ نور نئی شان سے چمکا تیرا

تو ہو جس رنگ میں پہچانتا ہوں میں تجھی
کبھی دھوکا نہیں کھاتا ہے شناسا تیرا

آئینہ ہے یہ کسی میں نظر آئیگی وہ شکل
دیکھ لے اے طالب حق دل ہو مصفا تیرا

نام گنوائے کہیں یوں تو ہیں بہت اہل نظر
مر کے یاں پر ترا اکبر ہی ہے شیدا تیرا

حسن ہے میرے شہ ہر دو سرا کا ایسا
نہ بنا پھر ید قدرت سے بھی نقشا ایسا

گر پڑیں حضرت موسیٰ کی طرح غش کھا کر
کبھی دکھلائے خدا ہمکو بھی جلوا ایسا

میرا سایہ بھی مرے ساتھ شب غم میں نہیں
میں ہوا تجھ سے جدا ہو کے اکیلا ایسا

ایک دن بھی کبھی اندیشۂ فردا نہ ہوا
ہم کو اللہ پر اپنے ہے بھروسا ایسا

نظر آنے لگا دلمیں بھی وہی پردہ نشیں
للہ الحمد اٹھا آنکھوں سے پردا ایسا

اپنے الجھے ہوئے گیسو وہ دکھا کر بولے
دیکھیے ہوتا ہے نقشہ شب غم کا ایسا

دم نکلتا ہی نہیں جھیلتا ہوں صدمۂ ہجر
دیکھیے ہوتا ہے پتھر کا کلیجا ایسا

نزع میں بھی تو غلاموں کو سنبھالے آقا
ہو تیرے دونوں جہاں میں کوئی مولا ایسا

فرق کچھ ناظر و منظور میں اکبر نہ رہا

ہاتھ جو کانوں پہ دھرتا ہے ہمارے نام سے
فیصلہ ہی ہو چکا جب تن سے نکلی جانِ زار

اس تغافل کیش کو احباب سمجھا ئینگے کیا
کب کسی کے عشق میں ارشاد فرمائینگے کیا

حضرت اکبر سے سُنکر شکوۂ جور و جفا
داورِ محشر کے آگے وہ نہ شرمائینگے کیا

انسان سے ضرور ہے ہونا قصور کا
مظہر ہے یہ تجلّئ اسمِ غفور کا

جاری رہیں جو اشکِ ندامت کی ندیاں
لیجائینگی بہا کے یہ دفتر قصور کا

ہے ہر صفت میں روشنئ ذات جلوہ گر
ہر ذرہ آفتاب ہے قدرت کے نور کا

اٹھا جو تیرے عارضِ پرنور سے نقاب
بار دگر پھر آئینہ چمکا نہ طور کا

مردہ بنا دیا ہے ہمیں اس خیال نے
ممکن نہیں [illegible] دلِ ناصبور کا

محبوب خود پسند نہیں تو حسین نہیں
چلتا ہے شہرِ حسن میں سکہ غرور کا

شانِ وجود تو یہی ہے وہ ہو ہم ممنوں
ہم تم ہوں جب تو پھر ہے یہ جلوہ ظہور کا

اکبر ہے وصلِ یار کی امید آپ کو
کچھ خیر ہے مزاج کہاں ہے حضور کا

ڈھونڈہ لیتا جو انہیں ڈھونڈنے والا ہوتا
دیکھ لیتا جو کوئی دیکھنے والا ہوتا

مجھکو اس چاہ میں کچھ لطف دوبالا ہوتا
کاش ناصح ہی ترا چاہنے والا ہوتا

ہم بھی مرتے تری حوروں پہ مگر اے زاہد
ان بتوں سے جو کچھ انداز نرالا ہوتا

کیا گزرتی ہے ترے دل پہ بتا تو کمبخت
ہائے اتنا ہی کوئی پوچھنے والا ہوتا

میرے گھر پر سے ٹلیں کے بلائیں کتنی
اے شب ہجر ترا منہ نہیں کالا ہوتا

مجھکو تسکین نہیں دور میں ایام وصال
تمنے جبتک مجھے برسوں ہی پہ ٹالا ہوتا

اے غم یار مجھے تو نے گھلا کر کھایا
پہلے کھاتا تو ترے منہ کا نوالا ہوتا

آپنے زلف کے عقدے تو بہت کھلوائے
میرا آسان سا اک کام نکالا ہوتا

تم نے کچھ عشق کا انجام نہ سوچا اکبر
کیوں بگڑتی جو طبیعت کو سنبھالا ہوتا

اک جہاں شیدا ترا اے مہر طلعت ہو گیا
کی ترقی عشق نے ایسی طبیعت ہو گیا

جسقدر تیزی پہ آیا روز محشر آفتاب
اس سے بڑھکر گرم بازار شفاعت ہو گیا

کر دیا میرے صفائے دل نے مجھکو آئینہ
اے حسیں تو دیکھ اب میں تیری صورت ہو گیا

کوچہ محبوب حق سے اسکو نسبت کیا بھلا
وہ خلاصے میں ہے جو خواہان جنت ہو گیا

کوئی کہدے جاکے اس شاہ مسیحا سے یونہیں
لیجیے وہ آپ کا بیمار رخصت ہو گیا

ایک وحشت کو بیابانوں سے طبعی انس ہے
بستر خار مغیلاں فرش راحت ہو گیا

مجھ کو بھی رکھا نہ اس نے معرکہ میں سرخرو
خوں مرا گلگونۂ روئے شہادت ہو گیا

دل کڑا کر کے تصدق کر دی اس پر جان زار
بخل بھی اپنا بڑے لوگوں کی ہمت ہو گیا

چھن لیا قاتل نے آج اکبر مجھی کو پھر قتل
اب تو کچھ وہ بے مروت با مروت ہو گیا

ایک عالم اس کو روتا ہی رہا
اکبر اپنی نیند سوتا ہی رہا

میں نہ سمجھا سرد و گرم روزگار
عمر بھر ان کو سموتا ہی رہا

میرے ارمانوں کی کثرت دیکھنا
آسماں کو عذر ہوتا ہی رہا

نفع اور نقصان ہستی کیا بتاؤں
اس قدر پایا کہ کھوتا ہی رہا

میرے دلمیں اُنکے مژگاں کا خیال
ایک برچھی سی چبھوتا ہی رہا

حرص جنت دن بدن بڑھتی گئی
شفقت زاہد عمر کھوتا ہی رہا

ہم اُمید وصل پر جیتے رہے
عہد پورا اُن کا ہوتا ہی رہا

کوچۂ سفاک کب خالی رہا
اک نہ اک کا خون ہوتا ہی رہا

جو ہنر اکبر نے یاں پیدا کیا
آسماں اُس کو ڈبوتا ہی رہا

ہیں نالہ کش جو اپنے وطن سے نکل گیا
اک عندلیب تھا کہ چمن سے نکل گیا

ہوتی نہیں نبی کی بھی قدر اپنے شہر میں
اللہ کا حبیب وطن سے نکل گیا

تنہائی بھر عاشق صادق ضرور ہے
مجنوں اسی لئے تو وطن سے نکل گیا

نافہ سے باہر آکے ہوئی قدر مشک کی
ابھرا جو اپنے وطن سے نکل گیا

مثل گہر ہے آج سلاطین پہ اس کی جا ۔۔۔ جو باکمال اپنے وطن سے نکل گیا

یاد آیا سرو سا جو وہ قدِ پھول سا عذار ۔۔۔ میں بیقرار ہو کے چمن سے نکل گیا

جو شعر ہم نے وصفِ قدِ یار میں لکھا ۔۔۔ ہر مصرعہ اپنا سرو چمن سے نکل گیا

اُس گل کو شوق پھولوں کے گہنے کا جب ہوا ۔۔۔ ہر گل اُسی ہوا میں چمن سے نکل گیا

اکبر نقاب آج اُٹھا روئے یار سے
شکر خدا کہ چاند گہن سے نکل گیا

---

سراپا درد ہے افسانۂ رنج و الم میرا ۔۔۔ تڑپ جاؤ گے کانپ اُٹھو گے سنکر حال غم میرا

لکھا ہے خط میں جو مضمون ضعفِ ناتوانی کا ۔۔۔ چلا ہے جا بجا رک رک کے کاغذ پر قلم میرا

جلو میں میرے قیس و کوہکن ہیں یہ وحشت ہے ۔۔۔ کوئی دیکھے نگاہِ غور سے جاہ و حشم میرا

مرا مذہب ہے عشق اور شرع ہے میری وفاداری ۔۔۔ جہاں میں آستانِ یار ہے دیر و حرم میرا

رہیگا نام میرا عالم ایجاد میں برسوں ۔۔۔ مٹائے لاکھ گردوں نقشِ ہستی یکقلم میرا

جو نکلے دید کا ارمان تو یہ بھی نکلجائے ۔۔۔ رکا ہے اسلئے ہمدم مرے سینے میں دم میرا

کلیسا ہے حرم ہے دیر ہے یا یار کا گھر ہے ۔۔۔ نہیں معلوم کس جا ہے سر تسلیم خم میرا

نہیں کھٹکا ہے اکبر مجھکو روزِ حشر کا بالکل
کہ ہے حامی محمد سا نبی ذو الکرم میرا

---

کوئی ارمان مرے دل کا نکلنے نہ دیا ۔۔۔ شوخیوں نے تری فقرہ بھی تو چلنے نہ دیا

پے بہ پے تیر نظر آئے سنبھلنے نہ دیا / چاندنی چوک سے بسمل کو نکلنے نہ دیا

جب سسکنے کا نہیں حکم تڑپنا کیسا / اتنا ارمان بھی قاتل نے نکلنے نہ دیا

بزم ہستی میں ابھی آکے تو ہم بیٹھے تھے / یوں اجل آ گئی کہ زانو بھی بدلنے نہ دیا

شب فرقت سے ہو حاصل مجھے کس طرح نجات / سخت جانی نے مرا دم بھی تو نکلنے نہ دیا

رحم کر پردۂ فانوس سے اے شمع نکل / اس قدر ظلم کہ پروانوں کو جلنے نہ دیا

یہ دبایا قدِ موزوں نے ترے طوبیٰ کو / باغ جنت میں اُسے پھولنے پھلنے نہ دیا

خوب نظارۂ قاتل رہا اکبر تیغ
ہاتھ رک رک گیا تقدیر نے چلنے نہ دیا

کیا بڑی سرکار تھی اور کیا بڑا دربار تھا / جس کا ناظر حق تھا اور جبریل خدمتگار تھا

یوں کہونگا جا کے محبوبِ خدا تیرا خیال / تیری فرقت میں مرا ہمدم تھا اور غمخوار تھا

میری آنکھیں ہوتیں آغوشِ حلیمہؓ یا نبیؐ / میرا دل ہوتا جو تیری سیر کا گلزار تھا

بے طلب اللہ نے کیا کیا دیا معراج میں / طالع بیدار خواب احمدؐ مختار تھا

تھا وہ محبوبِ خدا اور سب تھے عاشق اسلئے / سب رسولوں میں محمدؐ مصطفےٰ سردار تھا

چاند سا چہرہ ترا اللہ کو آیا پسند / اے عرب کے نوجواں یوں تجھ پہ اتنا پیار تھا

آکے ٹکرایا ہے عصیاں کے تھپیڑوں میں جہاز / میرے مولا تیری اک ٹھوکر میں بیڑا پار تھا

اکبر رشید اُسے جنت ملی بخشا گیا
جو کہ مداحِ حبیبِ ایزدِ غفار تھا

نکلی جو روح جسم سے پھر ہے بدن میں کیا
جب شمع بجھ گئی تو رہا انجمن میں کیا

وہ شعر کیا کہ دل میں جو نشتر چبھا نہ دے
ہو جس میں بو نہ درد کی ہے اس سخن میں کیا

ٹیڑھا جواب دیتے ہو تم سیدھی بات کا
یاد اک ادا یہی ہے تمہیں بانکپن میں کیا

حل کر دیا تبسم لب نے یہ مسئلہ
اب عذر آپ کو ہے ثبوت دہن میں کیا

آ ہم دکھائیں داغ جگر کی تجھے بہار
اے عندلیب سیر ہے تیرے چمن میں کیا

کیوں چومتے ہیں اس کو نکیرین بار بار
نام اُن کا ہے لکھا ہوا میرے کفن میں کیا

سو عہد اُسنے توڑے مگر پھر یقین ہے
ہے معجزہ یہی لب پیماں شکن میں کیا

اے اہل عقل اسکا مزا یوں نہ آئے گا
دیوانہ بنکے دیکھو ہے دیوانہ پن میں کیا

جو نافہ ہے وہ کاکل مشکیں کی ہے گرد
صد رنگ کیا ہے اور ہے رنگ سمن میں کیا

تم مالدار ہو نہ ہنرور نہ باکمال
اکبر تمہاری قدر ہو ملک دکن میں کیا

خوف عصیاں سے خدا کے پاس روتا جاؤنگا
اشک سے داغ گنہ دامن کے دھوتا جاؤنگا

ہائے اس دار فنا میں کیا اسی صورت سے میں
عمر کھوتا جاؤنگا برباد ہوتا جاؤں گا

اے زلیخا میرا یوسف آئیگا ہمراہ خواب
جاگتی جائیگی قسمت اور میں سوتا جاؤنگا

کیوں ستاتا ہے فلک پچھتائیگا تو میں اگر
سید کونین کی تربت پہ روتا جاؤں گا

بعد مُردن مدح خوانی کا رہے گا سلسلہ
خلد میں بھی نعت کے موتی پروتا جاؤنگا

اُمت احمد ہوں میں لیکر مجھے آغوش میں
لوریاں گائینگی حوریں اور میں سوتا جاؤنگا

لے چلو اے قافلے والو مدینہ کی طرف
میں وہ اکبر ہوں تمہارے پاؤں پر ہوتا جاؤنگا

سرمہ جو زیب چشم سیہ فام ہو گیا
فتنہ سوار ابلق ایام ہو گیا

آیا جو سیر کو لب ساحل وہ بادہ نوش
دریا میں جو حباب تھا جام ہو گیا

ٹکڑے دل و جگر کے اڑانے سے فائدہ
لے تیغ ناز اب تو مرا کام ہو گیا

اس زلف کے خیال نے آخر وہ دن کیا
ٹھنڈا چراغ عمر سر شام ہو گیا

ملتے نہیں وہ ہم سے اب اتنے ضعیف ہیں
لبریز عمر خضر کا بھی جام ہو گیا

ہم ابتدائے عشق ہی میں ہو گئے تمام
آغاز جسکو سمجھے تھے انجام ہو گیا

قاصد نے بیدھڑک جو سنایا جواب شوق
پیغام یار موت کا پیغام ہو گیا

حاصل ہوئی ہے یہ برکت نعت پاک سے
اکبر ترا بھی شاہ سخن نام ہو گیا

یہ کس کو دیکھتے ہی اڑے ہوش نقش پا
حیرت میں ہیں جو جادۂ خاموش نقش پا

جانے نہ غیر میرا نشاں دیکھ کر وہاں
رہتا جو کاش مجھکو ذرا ہوش نقش پا

بیحس پڑے ہیں خاک پہ ٹلتے کہاں سے
کیا درد دل کہیں لب خاموش نقش پا

عزت ہے خاکساروں کی مجھ خاکسار سے
ہے میری خاک زینت آغوش نقش پا

افتادگان خاک کا دشمن ہے اک جہاں
باد صبا مروڑتی ہے گوش نقش پا

یہ رشک آہ خاک میں ہمکو ملائے گا
اون کا قدم ہوا اور ہوا آغوش نقش پا

اہل نشاں کو جھیلنی پڑتی ہیں سختیاں
جز ٹھوکروں کے کیا ہے غرور نوش نقش پا

اے چرخ بدشعار بس اب روک آندھیاں
مٹی میں مل چکا ہے تن و توش نقش پا

بربادیوں کا حضرت اکبر کی ذکر کیا
مدت سے انکی خاک ہے ہمدوش نقش پا

تو نے خنجر مری گردن پہ نہ پھیرا اچھا
اچھا اچھا ارے او جان کے لیوا اچھا

سیر اچھی ہے ہجوم اچھا ہے میلا اچھا
حق تو یہ ہے کہ ہے دنیا کا تماشہ اچھا

درد جب اٹھتا ہے وہ مجھکو بھی اٹھا دیتا ہے
ناتوانی کے لئے ہے یہ سہارا اچھا

واہ کیا خوب مرے دل کی لگی ہے قیمت
کہتے ہیں مفت اگر دو تو ہے سودا اچھا

ایک وہ لاکھوں خریدار بڑھے نرخ نہ کیوں
اور پھر نازم خدا مال ہے کیسا اچھا

سہل لو تم مرا دل کھوٹے ہی داموں کو سہی
مجھکو سو فائدوں سے ہے یہ خسارا اچھا

چار دیوار چمن اپنے لئے زنداں ہے
ہم سے دیوانوں کو ہے باغ سے صحرا اچھا

روح سے بڑھکے ترا تیغچہ پیارا ہے مجھے
رگ جاں سے ہے تری تلوار کا ڈورا اچھا

شیخ ہو یا کوئی سید ہو کوئی ہو اکبر
خوش رہے جس سے خدا ہے وہی بندہ اچھا

اس بت سفاک پر جبتک کہ دل آیا نہ تھا
چین سے اپنی گذرتی تھی کوئی کھٹکا نہ تھا

حال میرا سنکے کیوں جامہ سے باہر ہوگئے
وہ تو قسمت کا گلہ تھا آپ کا شکوا نہ تھا

عرض مطلب پر بت کافر نے جھنجلا کر کہا
پھر نہ کہنا یہ کہ کلمہ تیرا گستاخانہ تھا

دیکھتا تھا جسکو میں پاتا تھا اپنا ہی رقیب — ایک عالم اُس پریوش پر کبھی دیوانہ تھا

چل دیئے مقتل سے مجکو نیم بسمل چھوڑ کر — یہ بھی تھی اونکی ادا انداز معشوقانہ تھا

میرے مرنیکی خبر سنکر کہا اس شوخ نے — مر گیا اچھا ہوا وحشت زدہ دیوانہ تھا

دور کر سر اپنا زیر تیغ قاتل رکھدیا — یہ بھی اپنا ایک جوش ہمت مردانہ تھا

باتوں باتوں میں مرے وعدہ کو ٹالا حشر تک — کون کہتا ہے کہ وہ چلتا ہوا پرزانہ تھا

میری گردن پر چلا رُک رُک کے وقت ذبح بھی — خنجر قاتل کا یہ انداز معشوقانہ تھا

دھانی جوڑا زیب قامت تھا دم گلگشت باغ — ہر قدم پر احتمالِ لغزش مستانہ تھا

اک طرف تھے دیر میں بیٹھے شیخ و برہمن
اک طرف یہ حضرت اکبر تھے اور میخانہ تھا

حسن اپنا جو دکھانا اُسے منظور ہوا — پردۂ صورت انسان میں وہ مستور ہوا

جلوۂ حسن محمدؐ نظر آیا گل میں — جسطرف آنکھ اوٹھائی وہی منظور ہوا

شمع انوار محمد سے ہے روشن عالم — جلوہ فرمائے سر طور یہی نور ہوا

جب اوٹھا پردۂ پندار ہوا وصل ان کا — اُس سے نزدیک ہوا آپ سے جب دور ہوا

تیرے جلوہ کا تحمل ہے کسے اے محبوب — جل کے خاک ایک جھلک میں جبل طور ہوا

پرتو افگن ہے وہی نور ہر اک ذرے میں — لامکاں نور سے جس نور کے پر نور ہوا

نہ سہی وصل یہی ہجر ہے اب نا وصال — وہی بہتر ہے جو کچھ آپ کو منظور ہوا

کیا کہیں وہ دل غم دوست ملا ہم کو — تا دم مرگ بھی دم بھر کو نہ مسرور ہوا

کیسا محبوب سے ہے میرا نہیں کہلتا اکبر
روشنی دل میں ہوا آنکھوں میں وہ نور ہوا

کمی جو قاتل نے قتل میں کی تو مجھ سے آ کے کلام ہوگا
رہا جو تسمہ بھی کوئی باقی تو پھر یہ جینا حرام ہوگا

وہاں جو پہنچے جناب موسیٰ ہم اسکی تہ کو سمجھ رہے ہیں
یہ کوہ کہتے ہیں طور جسکو کبھی کسی مہ کا بام ہوگا

ہمارا جذب محبت اپنی کشش دکھائیگا شک نہیں ہے
خدا نے چاہا تو دیکھہ لینا وہ بت کسی روز رام ہوگا

عدم کا ہستی سے فاصلہ کیا بہت ہی چھوٹا سا یہ سفر ہے
ہم اسکا اندازہ کر چکے ہیں بعد بس ایک گام ہوگا

جما وہ میدان حشر میں ہے صفیں بچھی ہیں بندے کھڑے ہیں
خبر لگی ہے جو عاشقوں کو کہ آج دیدار عام ہوگا

وہ جلوہ گر آج تخت پر ہیں نقاب رخ سے اٹھا ہوا ہے
اب آئیں عشاق نذر لیکر قبول سبکا سلام ہوگا

کسی نے وعدہ کیا ہے شب کا یقین مجکو بھی آگیا ہے
الٰہی کس وقت شام ہوگی الٰہی کب دن تمام ہوگا

خوشی ہیں اپنے قتل کی ہمیں ہے جینے کی اب تمنا
تمہیں زمانہ کہیگا قاتل ہمارا جانباز نام ہوگا

جب آکے اسکی گلی میں بیٹھے تو پھر کے اٹھنا محال اکبر
یہیں رمائی ہے ہمنے دہونی یہیں ہمارا قیام ہوگا

بہولے طریق اہل عدم رسم و راہ کا
یہ لوگ وعدہ کر کے گئے تھے نباہ کا

ہم وہ جری ہیں منہ پہ اٹھاتے ہیں زخم تیغ
سہے ناگوار داغ سپر کی پناہ کا

کس کے خدنگ ناز نے کی توڑ میں کمی
سینہ میں میرے شور ہے اک آہ آہ کا

جی میں ہے اسکو پہلو میں کیوں بجائے دل
ملجائے سنگ در جو تری بارگاہ کا

کیا ہوگا دیکھہ لو گے جو بسمل کو اک نظر
بھر جائیگا لہو سے نہ دامن نگاہ کا

مدِّ نظر جو گو ہرِ دندانِ یار ہیں
لبریز موتیوں سے ہے دامن نگاہ کا

اے مہرِ حسن تیری تجلّی کہاں نہیں
ہر ذرہ اک جہان ہے اس جلوہ گاہ کا

اعجازِ عیسوی ہے ترے لب کی ایک بات
جادو ہے شعبدہ تری چشمِ سیاہ کا

اکبر حجابِ منزلِ مقصود ہے اگر
بدنام ترے نام مٹا عز و جاہ کا

میری کیفیت کا افسانہ ہے حالِ نقشِ پا
میری ہستی ہے زمانہ میں مثالِ نقشِ پا

مستعد ہے ہر قدم اسکے مٹانیکے لیے
آسماں کے دل میں ہے گرد ملالِ نقشِ پا

ہمکو ملتا ہے بھلا کب غیر کے گھر کا سراغ
وہ دمِ رفتار رکھتے ہیں خیالِ نقشِ پا

بہرِ عبرت صاحبِ نام و نشاں کیواسطے
سرمۂ چشمِ بصیرت ہے زوالِ نقشِ پا

بخت چمکا یا کسی خورشید رو کے پاؤں نے
طعنہ زن ہے ماہِ تاباں پر جمالِ نقشِ پا

صاحبِ نام و نشاں مٹتے ہیں اور انکے لیے
ہے زوالِ نقشِ پا بہر کمالِ نقشِ پا

بچکے چلتے ہیں وہ میرے نقشِ پا سے راہ میں
ڈر یہ ہے باہم نہو جائے وصالِ نقشِ پا

ظاہری ترکیب پر اسکی نظر کرتے نہیں
دیکھتے ہیں دیکھنے والے مآلِ نقشِ پا

لذّتِ افتادگی کا ہے نمک گم گشتگی
خاک میں ملجائیگی اکبر مثالِ نقشِ پا

نظارہ عبادت ہے رخِ پاکِ علیؑ کا
یہ مصحفِ ناطق ہے رسولِ عربیؐ کا

دو جسموں میں ایک روح نظر آتی ہے مجکو
نظارہ جو کرتا ہوں نبیؐ اور علیؑ کا

اس روئے کتابی کی صحیحین سے تشبیہ
اے اہل حدیث تمہیں گماں ہے غلطی کا

واللہ کہ ان دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے
ہے ایک سا ہی حسن نبیؐ اور علیؑ کا

پیمانۂ دل پر ہے مئے حب علیؑ کرم سے
کچھ غم نہیں محشر کی ہمیں تشنہ لبی کا

روشن ہوا اللہ کا گھر اس کی چمک سے
کیا جلوہ ہے شمع رخ پر نور علیؑ کا

اک میں ہی نہیں شیفتۂ عارض رنگین
جبریل بھی بلبل ہے گل روئے علیؑ کا

رویا میں بہت باغ میں شمشاد سے مل کر
تھا شیفتہ سرو چمن مطلبی کا

اندیشہ ہو کیا روز جزا کا مجھے اکبر
دامن ہے مرے ہاتھ میں احمدؐ کے وصی کا

سبق پڑھتا ہے گیسو مصحف رخسار جاناں کا
خدا کی شان کافر کو ہوا ہے عشق قرآں کا

مرا آب خجالت آتش دوزخ کو کافی ہے
مری تردامنی عالم دکھائیگی زمستاں کا

جنوں کے ہاتھ سے اے عزت دیوانگی میری
کہ مجھ سے نوک کی لیتا ہے ہر کانٹا بیاباں کا

قم عیسیٰ لب معجز نما کا ایک لٹکا ہے
قیامت ایک فتنہ ہے کسی کی چشم فتاں کا

ڈبویا بیکسی نے بحر یاس و ناامیدی میں
سفینہ تھا دل حسرت زدہ اندوہ و حرماں کا

بھی باقی رہا ہے اک رفیق درد تنہائی
کہیں لے ناامیدی خون ہو جائے نہ ارماں کا

تجھی کو دیکھکر بیخود ہوئے تھے حضرت موسیٰ
وہ تو ہی تھا کہ جسنے طور پر پردہ سے تھا جھانکا

تحیر خیز تھا جلوہ ترا اے مجمع خوبی
سمجھے دیکھے بھلا یہ حوصلہ کیا جن انساں کا

محمدؐ کی شفاعت حق کی رحمت کا بھروسہ ہے

مجھے اکبر نہیں ہے خوف کچھ اصلا جرم و عصیاں کا

عرصۂ حشر سے بھی طول ہے دفتر اپنا
یا خدا عرض کروں حال میں کیونکر اپنا

وہ کہے جاتے ہیں اپنی ہی سنتا ہی نہیں
تم تو کر شور یہ ہنگامۂ محشر اپنا

ان کے آنے سے ذرا پہلے تو بیتاب تھا
کھو گیا اب نہیں ملتا دل مضطر اپنا

ہاتھ رکھ لینے دو سینہ پہ ٹھہر جاؤ ذرا
تم جو اٹھے تڑپ اٹھا دل مضطر اپنا

مدتوں سے تھی اسی دن کی قیامت مشتاق
آج انداز دکھا دیجئے چلکر اپنا

اس سے ہوتی ہی نہیں گردش ایام جدا
کیا کروں کس سے بدل لاؤں مقدر اپنا

مر گئے مٹ گئے برباد ہوئے خاک ہوئے
نہ ہوا پر نہ ہوا ہائے وہ دلبر اپنا

اسکے آئینہ میں وہ شوخ حسین منہ دیکھے
چشمۂ خضر میں منہ دھوئے سکندر اپنا

غیر کچھ جانتا ہے سحر ضرور اے اکبر
دو ہی باتوں میں سے کر لیا کیوں کر اپنا

کسقدر ثابت قدم اللہ اکبر میں رہا
اف نہ کی جنبش سر جھکائے زیر خنجر میں رہا

اللہ اللہ راہ الفت میں یہ میرا جوش دل
ہر قدم پر چھٹتا جاتا تھا رہبر میں رہا

کسقدر حیرت فزا تھا جلوۂ برق جمال
صورت تصویر انکے آگے شب بھر میں رہا

ضعف اٹھنے کی اجازت بھی نہیں دیتا مجھے
ساتھ انکے تو چلی یہ جان مضطر میں رہا

ولئے ناکامی کہ وہ آئے بھی اور چل بھی دئے
خواب میں مصروف ہمراہ سکندر میں رہا

کس روش پر تھا عروج آب و عالم کیا بتاؤں
شبنم آسا گلشن دنیا میں دم بھر میں رہا

سختیاں جھیلیں اُٹھائے رنج و غم صدمے سہے
گر رہا اسطرح دنیا میں تو پتھر میں رہا

راہ پر آیا نہ اکبر وہ بہت عیار ہائے
عمر بھر اسکو پڑھاتا ڈیڑہ ابجد میں رہا

قد موزونِ حضرت میں ہے جلوہ کس قیامت کا
فرشتوں کو یہاں دعوی نہیں ہے استقامت کا

ہوا ہے شور عالم میں بپا کس کی ملاحت کا
کہ قصہ بے نمک ہے یوسف مصری کی صورت کا

جگایا آپ کو روح الامیں نے کیا شب اسریٰ
نصیبہ سوتے سوتے جاگ اٹھا اکبار امت کا

تڑپ جاتا ہے دل پہلو میں یاد آتا ہے جب بعضہ
مدینہ کی جدائی سامنا ہے اسکو آفت کا

ہر اک کوچہ وہاں کا غیرت وادی ایمن ہے
مدینہ میں ہے جلوہ ہر طرف شمع نبوت کا

خیال روئے حضرت میں نہیں کچھ سوجھتا ہمکو
جمال پاک نے آئینہ دکھلایا ہے حیرت کا

خیال قامت حضرت نہیں جاتا مرے دل سے
رہا کرتا ہے مجکو سامنا ہر دم قیامت کا

مدینہ مجھسے کیا چھوٹا کہ نقد ہوش کھو بیٹھا
ترقی پر ہے عالم ان دنوں کچھ اپنی وحشت کا

نہیں کٹتی کسی پہلو شب ہجراں اکبر
دکھایا انتظار اس صبح نے صبح قیامت کا

دنیا دیکھی زمانہ دیکھا
تجھکو سب میں یگانہ دیکھا

مے بھی پی مے خانہ دیکھا
ربط خم و پیمانہ دیکھا

سب کچھ دیکھا آنکھ سے اپنی
تجھ کو اگر جانا نہ دیکھا

دیکھا تیرا جلوہ مہوش
ناز معشوقانہ دیکھا

کیسی کیسی صورتیں دیکھیں ۔ دل کو آئینہ خانہ دیکھا
گردش چشم ستمگر دیکھی ۔ پلٹا کھاتے زمانہ دیکھا
ساتھی ہم نے تجھ کو پایا ۔ سب مطلب کا زمانہ دیکھا
حشر کے وعدہ پر ٹالا ہے ۔ دم بازوں کا بہانہ دیکھا
ہم نے چشم مست کا تیری ۔ ایک عالم مستانہ دیکھا
دل کی جلن سے آگ میں کودا ۔ کیوں سوزِ پروانہ دیکھا

کیا کیا عشق میں سختی جھیلی
اکبر کو مردانہ دیکھا

کیوں ہمیں نظر بنکے سمایا نہیں جاتا ۔ تم نور ہو اور آنکھوں میں آیا نہیں جاتا
غیروں سے تو کیا درد محبت کا بیاں ہو ۔ یہ حال تو اپنوں کو سنایا نہیں جاتا
صورت پہ گرا دل نے کہا دیکھ کے انکو ۔ اس حسن کا انسان بنایا نہیں جاتا
اللہ رے بیمار محبت کا ترے ضعف ۔ اب ہوش میں بھی آپ سے آیا نہیں جاتا
رخسار جو ہیں سرخ تو رخ پر ہے پسینہ ۔ رنگت کا بھی بوجھ ان سے اٹھایا نہیں جاتا
دم توڑتا ہوں میں تمہیں جانیکی پڑی ہے ۔ اسوقت تو یہ ناز اٹھایا نہیں جاتا
بس تنگ ہوئے ہم چل گیا جادو یہ بتوں کا ۔ بت خانہ سے اب کعبہ کو جایا نہیں جاتا

اکبر چلو سر خنجر قاتل پہ چڑھا دیں
اب ضعف سے یہ بار اٹھایا نہیں جاتا

زلف کافر میں رہا چشم فسونگر میں رہا
ایک دل ناشاد لاکھوں فتنۂ و شر میں رہا

سینکڑوں ہی اُس گل خوبی کے طالب ہو گئے
یہ نیا سودا مگر بازار محشر میں رہا

دل سے رخصت ہو گئے ہوش و خرد صبر و قرار
وہ ہوا ویران تیرا دھیان جس گھر میں رہا

تمکنت میں بانکپن سے اور زینت ہو گئی
ایک عالم یار کے برگشتہ تیور میں رہا

ہوش سب کے گردش چشم فسونگر نے اڑائے
باخبر کوئی بھی ساقی دور ساغر میں رہا

وہ کشمکش ہوں کہ حال ضبط میرا دیکھ کر
مدتوں حیرت سے چشم چرخ چکر میں رہا

پھر خدا ہی ہے نگہباں چرخ کی بنیاد کا
گر یہی طوفاں کا عالم دیدۂ تر میں رہا

جلوہ گاہِ یار میں یہ مجمع عشاق ہے
حشر کے دن بھی یہی سودا مرے سر میں رہا

منتخب غیروں نے اچھے اچھے اختر کر لئے
یہ زحل منحوس اکبر کے مقدر میں رہا

رنگ اپنا نہ جما اون پہ اثر کچھ نہ ہوا
خون رونے سے بھی اے دیدۂ تر کچھ نہ ہوا

روز ٹلجاتا ہے دیدار کا وعدہ کل پر
اب تک اُسکا اثر اے اہل خبر کچھ نہ ہوا

یہ سمجھتا تھا کہ مر جاؤنگا میں ہجر کی شب
حیف زندہ ہی رہا تا بہ سحر کچھ نہ ہوا

صلح کل والے ہی انسان کہے جاتے ہیں
شر کیا جسنے کسی سے وہ بشر کچھ نہ ہوا

وار اُس تیغ ادا کا کبھی خالی نہ گیا
منہ پہ لی ہمنے کئی بار سپر کچھ نہ ہوا

وصل کا خاتمہ صد شکر ہوا صلح کے ساتھ
چین سے رات بسر ہو گئی شر کچھ نہ ہوا

وہی موتی ہے جو ہو صرف ترے زیور میں
جو نہ ان کانوں تک آیا وہ گہر کچھ نہ ہوا

آنکھ کی بند سیاں اور وہاں جا پہنچے — منزل ملک عدم کا تو سفر کچھ نہوا

کیا کہیں زور نہ قسمت سے چلا اے اکبر
کوششیں وصل کی لاکھوں ہوئیں پر کچھ نہوا

بوسہ لیتا ہے جام اس لب کا — اور میں تک رہا ہوں منہ کب کا
تختۂ مشق وہ بنائیں کسے — کوئی ملتا نہیں ہے اس ڈھب کا
ہوتی جاتی ہے شہرت اس بت کی — خاتمہ اب بخیر ہو سب کا
آپ تشریف لائے اچھے وقت — ورنہ ہو ہی چکا تھا میں کب کا
میکدہ میں یہ ستیاں اے شیخ — خوف کر بندہ خدا رب کا
ہوگیا خون آرزو افسوس — کام نکلا نہ کوئی مطلب کا

آگے اکبر کے ناطقہ ہے بند
حضرتِ ناظم اور کوکب کا

آن تھی نور تھا تجلی تھی کہ جلوہ کیا تھا — یاد ہے طور کی اے حضرت موسیٰ کیا
مجھپر اس حسن کی بجلی نگری واے نصیب — غیر ہی آپ کا اک محو تجلی کیا تھا
تھی نہ غیروں سے جو منظور لگاوٹ تمکو — تمہیں کہدو کہ پھر ان سے یہ اشارہ کیا تھا
اے جنوں ضعف اگر مجھکو نہ مانع ہوتا — آگے وحشت کے مری دامن صحرا کیا تھا
اے فلک داغ عزیزاں جو دکھایا تونے — کم مرے واسطے یہ داغ احبا کیا تھا
سرو جنت تھا کہ طوبائے بہشت امید — قد جو کچھ تو کہو وہ قد رعنا کیا تھا

بیٹھئے جائیے گا رات بہت باقی ہے
اور اگر ایسی ہی عجلت ہے تو آنا کیا تھا

لے گیا آپ سے ناقۂ لیلیٰ تا قیس
دیکھ لیجئے کہ محبت کا تقاضا کیا تھا

تونے جانا نہ سے کیوں دشت کو جانا اکبر
میں بھی مجنوں کی طرح عاشق لیلیٰ کیا تھا

فلک تیرا چکر ہے کس کام کا
یہ ناز اے ستمگر ہے کس کام کا

مری مشکل آسان نہ جب کر سکا
تو پھر تیرا خنجر ہے کس کام کا

نہ ہو جس میں سودا ترے عشق کا
تو اے شوخ وہ سر ہے کس کام کا

پہونچکر بھٹک جائے منزل پہ جو
وہ اے خضرؑ رہبر ہے کس کام کا

جو آبِ بقا سے بھی تشنہ کام
تو بختِ سکندر ہے کس کام کا

صنوبر سے اچھا ہے قامت ترا
مگر پھر صنوبر ہے کس کام کا

مرے نامۂ شوق کو دیکھ کر
وہ بولے یہ دفتر ہے کس کام کا

اگر تم وہاں بھی نہ مجھ کو ملے
تو پھر روزِ محشر ہے کس کام کا

نہیں آب و دانہ تمہارا وہاں
اب اکبر وہ لشکر ہے کس کام کا

اگر میں صفت لکھوں زلفِ مشکینِ پیمبرؐ کا
دوات اپنی ابھی بنجائے ناقۂ مشکِ اذفر کا

کمی سی کچھ ہمارے آنسوؤں میں پائی جاتی ہے
ہمیں رونا پڑا ہے آبروئے دیدۂ تر کا

تصور تیرے خال و خط کا ہے آٹھوں پہر دل میں
ستارہ آج کل ہے اوج پر اپنے مقدر کا

حسینِ تشنہ لب کی یاد میں آنسو ٹپکتے ہیں
کہاں یہ نورِ چشمِ ظاہری میں جو اُسے دیکھے
تری شیریں بیانی کا مزا لکنت سے دونا ہے
فقیرِ بینوا ہوں دین و ایماں نذر کرتا ہوں
فروغ اسکو ترے رُخ کے مقابل ہو یہ ممکن ہے

جھلکتا ہے مری آنکھوں سے پانی حوضِ کوثر کا
فروغِ دیدۂ معنیٰ ہے سایہ جسمِ اطہر کا
کہ ہر ہر لفظ میں ہے ذائقہ قندِ مکرر کا
اگر ہو جائے ساقی حکم مجکو ایک ساغر کا
رہے گا سرد بازار آفتابِ روزِ محشر کا

ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قسمت راہ پر آئی
پتہ وہ پوچھتے تھے آج اسے اکبر ترے گھر کا

کیا کہیں کسکی ہمیں یاد دلاتی ہے گھٹا
تم ہو پاس تو ہر کس کو خوش آتی ہے گھٹا
کسی آفت زدہ بیکس پہ چڑھائی ہے ضرور
کبھی دل تھام کے اُٹھتا ہوں کبھی گرتا ہوں
ہائے ہوتا ہے جو آغوشِ تمنا خالی
کوئے قاتل میں برسنے کیلئے جاتی ہے
آج جی بھر کے پلا دے مئے گلگوں ساقی
ہاں تو ہے ہجر کے داغوں سے یہ دل رشکِ چمن
اس سیاہی میں یہ کیا تیر جھکا جاتی ہے
تیری فریاد خدا سے یہ کرے گی جا کر

اک بلا آتی ہے فرقت میں جب آتی ہے گھٹا
کھائے جاتی ہے جو بجلی تو ڈراتی ہے گھٹا
ہائے کیا کیا مجھے دیوانہ بناتی ہے گھٹا
توپ خانہ لئے ہمراہ جو آتی ہے گھٹا
آٹھ آٹھ آنسو شبِ فرقت میں رلاتی ہے گھٹا
کس کے رخسار کا پردہ یہ اُٹھاتی ہے گھٹا
وہ پہاڑوں میں گرجتی ہوئی آتی ہے گھٹا
مژدۂ موسمِ گل کس کو سُناتی ہے گھٹا
کس کے رخسار کا پردہ یہ اُٹھاتی ہے گھٹا
جانبِ قبلہ جو روتی ہوئی جاتی ہے گھٹا

وہ نہیں ہیں پاس اکبر تو بقول اُستاد داغ
ہمکو تڑپاتی ہے بجلی اور رُلاتی ہے گھٹا

ہند سے ہم کو نکال اور مدینہ دکھلا
یا خدا کعبۂ مقصود ہمارا دکھلا

یا خدا جلد جمالِ شہِ بطحا دکھلا
ڈھونڈھتی ہے جسے یہ آنکھ وہ جلوہ دکھلا

عمر آخر ہوئی مرنیکے قریب آئے دن
یا خدا اب تو مجھے جلد مدینہ دکھلا

سرکشی سرو کی مجھ سے نہیں دیکھی جاتی
باغ میں چلکے تو اپنا قدِ رعنا دکھلا

ہو گئی تو شبِ تاریک مری نورانی
ایک دن تو مجھے وہ چاند سا مکھڑا دکھلا

مار ڈالا ہے مجھے آنکھوں کے جادو نے ترے
آج عیسیٰ نفسی اپنی مسیحا دکھلا

حُسن پر اپنے بڑا حورِ ارم کو ہے ناز
اے صنم بہر خدا اپنا سراپا دکھلا

مرقدِ پاک شہنشاہِ حسینؑ ابن علیؑ
انہیں آنکھوں سے مجھے اے مرے مولا دکھلا

آرزو ہے نجف اشرف کی بہت اکبر کو
یا الٰہی اسے اب جلد وہ روضہ دکھلا

سر جھکا ہے اسکے آگے ہر جوان و پیر کا
واہ کیا اقبال ہے قاتل تری شمشیر کا

کیا فرشتوں میں کوئی فرہاد کا تھا ہم خیال
کہکشاں پر جو عیاں عالم ہے جوئے شیر کا

بسکہ خوفِ سخت جانی ہائے بسمل ہے اُسے
سینۂ شمشیر میں دم بند ہے شمشیر کا

موت نے بخشا ہے کیا انعامِ شاہانہ مجھے
ہے عدم آباد اک ٹکڑا مری جاگیر کا

میں جبیں سائی کیا کرتا بتوں کے پاؤں پر
ہائے مٹ جاتا اگر لکھا ہوا تقدیر کا

میں ہوا جوش جنوں میں اسقدر گرم فغاں
حلقہ حلقہ گل گیا ہے پانوں کی زنجیر کا

جاں بلب ہو آئے صورت دکھا دیجے مجھے
مہرباں یہ کون موقع ہے بھلا تاخیر کا

سیدہا آیا اور مرے دل میں نشانہ ہو گیا
اے قدر انداز کیا کہنا ہے تیرے تیر کا

ہے یہی بہتر کہ اب اکبر کو چپ رہنے ہی دو
دیکھو دیکھو منہ نہ کھلواؤ کسی دلگیر کا

جلوہ گر دل میں نہیں ہے وہ رخ پر نور کیا
حضرت موسیٰ چلے ہیں آج سوئے طور کیا

منعمو اس مال دولت پر ہو تم مغرور کیا
لیگئے ساتھ اپنے مر کر قیصر و فغفور کیا

پھر مزا دینے لگی ہے لذت درد جگر
چھل گیا ہے پھر ہمارے زخم کا انگور کیا

ہے چراغ خانہ مرقد ہر اک داغ جگر
اُن سے بڑھکر روشنی میں ہو گی شمع طور کیا

یہ جگہ وہ ہے فرشتوں کے جہاں جلتے ہیں پر
غیر کوئے یار میں رکھے قدم مقدور کیا

صورت موسیٰ عمراں ایک عالم غش میں ہے
اٹھ گیا رخ سے نقاب عارض پر نور کیا

آجتک نرگس ہے سرشار شراب بیخودی
دیکھلی ہے اس نے تیری نرگس مخمور کیا

ہے عبث لوگوں کو فکر زاد راہ آخرت
دو قدم کی راہ ہے ملک عدم ہے دور کیا

اپنے ہی دل پر نہیں ہے اسکو اکبر اختیار
اور بڑھکر اس سے ہوگا آدمی مجبور کیا

دل میں وہ بحر لطافت جلوہ فرما ہو گیا
بند کس خوبی سے اس کوزے میں دریا ہو گیا

جب ملا بندہ خدا سے کیا کہوں کیا ہو گیا
قطرہ دریا میں پہنچکر عین دریا ہو گیا

نعتیاں ایسی بہے اشک ندامت سے ہیں
عرصۂ محشر میں اک طوفان برپا ہو گیا

بعد غسل اب جامۂ نو اقربا پہنائیں گے
رخت ہستی تیرا دنیا میں پرانا ہو گیا

او ستمگر ہو گیا تیرا قتیل ناز سرد
لے کلیجہ تیرا قاتل اب تو ٹھنڈا ہو گیا

دونوں عالم کے تماشے اسمیں آتے ہیں نظر
جام جم ہے دل کسی کا گر مصفا ہو گیا

کہتے ہیں کیا منہ لگا کر نقطۂ موہوم سے
کھل گیا عقدہ دہن کا تو جو گویا ہو گیا

کل شئ یرجع کے کھل گئے معنی مجھے
میں مسافر جسگھڑی ملک بقا کا ہو گیا

جب پڑی اکبر نظر اپنی جمال یار پر
دیدۂ مشتاق اپنا چشم سوزن ہو گیا

## ردیف ب

شیخ حمید

مرحبا صل علی عزت و شان محبوب
بن گیا عرش معلی یہ مکان محبوب

کہیں طٰہٰ کہیں یٰسین کہیں مزمل
خوب قرآں میں لکھے نام و نشان محبوب

پاس بلوا کے دو عالم کا بنایا مختار
ذات باری سے ہے فقط مرتبہ دان محبوب

آئیگی قبر سے بھی ہائے محمد کی صدا
لیچلے قبر میں ہم درد نہان محبوب

اس لئے ملتی ہے دربار خدا میں کرسی
کہ تری عرش معلی سے ہے شان محبوب

شغل اللہ میں تھی رغبت اصحاب کبار
دلکش عشق سے تھے اعجاز بیان محبوب

سنہری و شستہ تاریخ مدفن اکبر
ہو گا مدفن یہ مراد انع نہان محبوب

ہے ہماری سروح شبنم روئے دلبر آفتاب
کھینچ لیگا اسکو جب نکلا چمک کر آفتاب

آپ کا یہ نقش پا کر دے نہ محشر کو بپا
اسکو دیکھا اور اُتر آیا زمیں پر آفتاب

ہے کسی پردہ نشیں کی بیشک اسکو جستجو
کچھ تو باعث ہے جو یاں پھرتا ہے گھر گھر آفتاب

جلوہ گاہِ یار کا عالم نظر آیا کچھ اور
کھو گیا ہے ملکے ذرّوں میں یہاں پر آفتاب

میرا داغ ہجر بھی تو ہوگا آخر میرے ساتھ
دیکھنا ہے حشر میں نکلے گا کیونکر آفتاب

نقش پا نے آپکے دونوں کو بیخود کر دیا
ماہ تو گردش میں ہے کھاتا ہے چکر آفتاب

یہ تری خاکِ قدم کا ذرّہ ہے معلوم ہے
ہو گیا چرخ چہارم پر پہنچکر آفتاب

حسن کی گرمی بڑھی رُخ پر جوانی کی آکے دھوپ
دن چڑھا آئیگا ہے منہ کے اوپر آفتاب

یہ ہے شانِ بوترابی یہ ہے فیض لم یزل
کر دیا ہے جسنے ہر ذرّہ کو اکبر آفتاب

# ردیف پ

ہو نگے آگاہ جو اس عشق کے انجام سے آپ
پھر کہیں گے نہ کبھی عاشق ناکام سے آپ

ہیں وہ مے کش ہوں جو میخانہ میں رکھتا ہوں قدم
جوش میں آ کے اُبل پڑتی ہے مے جام سے آپ

ہو سکا ضبط نہ آخر نکل آئے آنسو
یہ مئی عشق چھلکنے لگی اس جام سے آپ

مجھے اُمید نہیں مطلب دل بر آئے
عشق کر بیٹھے ہیں اچھے بت خودکام سے آپ

غیر بدکار سے ہی کیجئے ترک صحبت
نہیں ملتے ہیں اگر عاشق بدنام سے آپ

غیر کے ساتھ کیا عزمِ گلستاں کیا خوب — اچھے خاصے تو ابھی بیٹھے تھے آرام سے آپ
پوچھئے پہلے نزاکت سے وہ کیا کہتی ہے — چل سکیں گے نہ زیادہ کبھی دو گام سے آپ
آئینہ دیکھئے اور اس کا نظارا کیجیے — دل کو بہلائیے اپنے رخِ گلفام سے آپ

مر کے بھی ہوگی غمِ دل سے نہ فرصت اکبر
سونے پائینگے لحد میں بھی نہ آرام سے آپ

## ردیف ت

کیوں نہ معراج میں ہو دھوم بڑی آجکی رات — بنکے صورِ رحمتِ حق ٹوٹ پڑی آجکی رات
آپ کے پائے مبارک نے وہ زینت بخشی — کہکشاں بن گئی موتی کی لڑی آجکی رات
بھیجتے ہیں گلِ رخسارِ محمدؐ پہ درود — پتیاں منیاں پھل بوٹی جڑی آجکی رات
حق نے فرمایا کہ آ عرش پہ اے ختمِ رسل — کہ زیارت کی تمنا ہے بڑی آج کی رات
دوش پر بردِ یمن سر پہ عمامہ عربی — ہاتھ میں لیجئے پھولوں کی چھڑی آجکی رات
بولے حضرت کہ روا کب ہے جو میں سیر کروں — مجھکو امت کی ہے تشویش بڑی آجکی رات
پھر ندا آئی کہ بخشا تری امت کو حبیب — آ جا خوش ہو کہ ہے نیک گھڑی آجکی رات
حوریں مشتاق ہیں جنت میں تمہی اے محبوب — سیر کر خلد کی دو چار گھڑی آجکی رات

ہائے اکبر ہے گنہگاروں کا کس درجہ خیال
عیش میں بھی انہیں امت کی پڑی آجکی رات

کس لئے خوب منائیں نہ خوشی آجکی رات
رونق افروز ہیں محفل میں نبیؐ آجکی رات

اُس شہنشاہِ دو عالم کی سلامی کے لئے
کیوں نہ حاضر ہوں ہر اک جن و پری آجکی رات

گفتگو تھی شبِ معراج فرشتوں میں یہی
دیکھ لو چلکے جمالِ نبویؐ آجکی رات

ساتھ جبرئیل تھے اور گرد فرشتوں کا ہجوم
آئے کس شان سے جنت میں نبیؐ آجکی رات

ظلمتِ کفر ہوئی دور سیاہی کافور
جبکہ پیدا ہوئے شاہِ عربی آجکی رات

جلد اب شربتِ دیدار پلا دو مجھ کو
سخت بے چین ہوں اے میرے نبیؐ آجکی رات

دونوں عالم میں بھروسہ ہی تمہارا ہے نبیؐ
لیجئے جلد خبر میری نبیؐ آج کی رات

اے شہِ جن و بشر شافعِ روزِ محشر
اب دکھاؤ تو ذرا لبِ جگری آجکی رات

کیا بلا تھی شبِ ہجراں کی سیاہی اکبر
یاد میں کاکلِ شبگوں کے کٹی آجکی رات

اللہ رے فیضِ شکلِ عدیم المثال دوست
دیکھا جدھر ہمیں نظر آیا جمالِ دوست

میں مانگتا ہوں سجدہ میں معراج کی دعا
کس روز دیکھئے ہو یہ سر پائمالِ دوست

بیگانہ و یگانہ کی تمیز اب نہیں
دیکھا جسے اسی پہ ہوا احتمالِ دوست

ایذا کبھی کسی کی نہیں ہے مجھے پسند
دشمن نہ مجھسے بھاگ کے ملے کیوں مثالِ دوست

ہستی کی شکل آ میں نظر آگئی ہیں
آئینہ ہوگیا ہے ہمارا جمالِ دوست

جب یہ اُٹھے یہاں سے تو ہو غیر کا گذر
دل میں بسا ہوا ہے ہمارے خیالِ دوست

روزِ ازل سے ہے اسے اکبر یہ گھر پسند
میرے مکانِ دل کا مکیں ہے خیالِ دوست

## ردیف ث

صلح کے بعد ہے رنجش کا پھر اظہار عبث
وصل کی ٹھہر گئی جب تو ہے تکرار عبث

سرد ہے گرمی بازار جناب یوسف
بے نقاب آپ ہوئے عازم بازار عبث

آنکھیں کھل جائیں جو کرتے ترا نظارہ ذرا
فخر کی لیتے ہیں یوسف کے خریدار عبث

دیکھ کر نبض مری حضرت عیسیٰ نے کہا
مجھ سے خواہان شفا ہے یہ بیمار عبث

کیا انہیں بھول گئی نکتہ نوازی اس کی
نام دوزخ سے ڈرتے ہیں گنہگار عبث

دیکھیے پھر نہ ملے گا کوئی ایسا خادم
مجھ سے بیزار رہا کرتے ہیں سرکار عبث

منزل اس ماہ کی کچھ نقطۂ موہوم نہیں
چرخ گردش میں ہے کیوں صورت پرکار عبث

کعبہ جاتا ہے کوئی کوئی کلیسا کیطرف
پڑے پھرتے ہیں یونہی کافر و دیندار عبث

میرے قبضہ میں ہے شمشیر ید اللہ اکبر
مجھ سے اعدا نہوں آمادۂ پیکار عبث

## ردیف جیم

وقف در محبوب ہوئی اپنی جبیں آج
ہمسر نہیں میرا کوئی بالائے زمیں آج

بے پردہ ہوا کونسا خورشید جبیں آج
آتی ہے نظر چرخ چہارم جو زمیں آج

لکھنی ہے مجھے منقبت سرور دیں آج — ہے عرش معلی مرے شعروں کی زمیں آج
آتے ہیں نظر نوح کے طوفان کے آثار — ہے ذکر مرے رونے کا دنیا میں کہیں آج
کوٹھے پہ چلو سیر شب ماہ کا ہے لطف — ہے شام سے مشتاق لقا ماہِ مبیں آج
کس کے گل عارض کی صفت نظم ہوئی ہے — پھولوں سے بسی ہے مرے شعروں کی زمیں آج
سکہ مرا اقلیم معانی میں رواں ہے — ہے سلطنت شعر و سخن زیر نگیں آج
سورج میں گہن ہے تو کلف ماہ مبیں میں — ہے عیب نہیں تجھ سا زمانہ میں حسیں آج

ہے عرش پہ اکبر علیہ فرش زمیں کو
اس دہر میں آئے قدم سرور دیں آج

ہے دل میں مرے کاوش مژگاں کا اثر آج — ہر سانس میں آتا ہے مرے منہ کو جگر آج
یہ ولولے جو اب نہیں کل نہ رہیں گے — ارمان بھری آہ میں آئے تو اثر آج
بیدار ہو قسمت مری ارماں بر آئیں — وہ آکے جگائیں جو مجھے وقت سحر آج
عنقا کا مجھے چاہیئے پر بوسے قلم کو — نازک ہے جو لکھتا ہوں میں مضمون کمر آج
اُن نیچی نگاہوں سے جگر کس کا ہدف ہو — یہ تیر زمیں دوز گذرتے ہیں کدھر آج
اے شوق مبارک ہو فراق سرو گردن — ہوتی ہے وہاں زیب کمر تیغ دو سر آج
نازل کوئی پھر ہو گی بلا جان حزیں پر — لٹکی ہے وہاں زلف رسا تا بہ کمر آج
کس شاہ کی آمد ہے جو اسطرح کھڑے ہیں — صف باندھے ہوئے حور و ملک جن و بشر آج

محبوب چلا عرش پہ جب دم شب معراج
تھے نور علیٰ نور دو عالم شب معراج

خورشید درخشاں تھا ہر اک ذرہ کا کمتر
گوہر تھا ہر اک قطرۂ شبنم شب معراج

زیور سے تھا آراستہ کیا مرکب مولا
چلتا تھا عجب ناز سے چھم چھم شب معراج

اللہ رے رفتار براق شہ کونین
طے کر گیا اک دم میں دو عالم شب معراج

ملتے چلے جاتے تھے علیٰ قدر مراتب
یوسف کہیں یونس کہیں آدم شب معراج

اس بزم مقدس میں بجز طالب و مطلوب
تھا کوئی انیس اور نہ محرم شب معراج

ہر ایک محل پر تھا نظر بخشش اُمت
اُس عیش میں بھی یاد رہے ہم شب معراج

پہنچا جو سر عرش تو یہ حق سے ندا تھی
آ میرے حبیب آ مرے ہمدم شب معراج

کیا حال عروج شہ والا کہوں اکبر
تھی دھوم سر عرش معظم شب معراج

کہتا ہے یہ کون آپ تھے تنہا شب معراج
ہمراہ تھی اُمت کی تمنا شب معراج

کچھ فرق نہ تھا طالب و مطلوب میں باقی
تھا ایک ہی سا دونوں کا نقشہ شب معراج

موسیٰ کی طرح اہل فلک غش میں پڑے تھے
وہ عارض پرنور جو چمکا شب معراج

مخفی نہ رہا آپ سے اک ذرہ بھی سن
اللہ نے کیا کیا نہ دکھایا شب معراج

اُس روز فرشتوں کی کھلے جوہر آدم
اس شان سے جب آپ کو دیکھا شب معراج

کیا میل تماشے کی طرف کرتیں وہ آنکھیں
منظور نظر اور ہی کچھ تھا شب معراج

ہر سمت تھا انوار انا اللہ کا جلوہ
لا غیر کا روشن تھا ستارہ شب معراج

جب اُس گُل نیرنگ کی نیرنگیاں دیکھیں | جبرئیل بنا بلبل شیدا شب معراج

کونین میں تھا کوئی نظیر اس کا نہ اکبر
بے مثل تھا وہ دلبر یکتا شب معراج

# ردیف چ

حسن کا طالب اگر ہے عشق کے آزار کھینچ | صدمۂ ہجر مسیحا اے دل بیمار کھینچ

عاشق روئے بتاں کو نکہتِ گل سے غرض | ہو سکے تو اے صبا عطر گل رخسار کھینچ

اے میری تقدیر اب لیچل مدینہ کیطرف | جذبۂ دل جانب بطحا مجھے اکبار کھینچ

حوریں لیجائینگی پیراہن بسانے کے لئے | عطر خاک پاک طیبہ کا تو اے عطار کھینچ

اے زلیخا ہے یہ آداب محبت سے بعید | شہر کنعاں سے نہ یوسف کو سوئے بازار کھینچ

ہم سے دیوانونکی ہے جاگیر غربت دشت میں | اے جنوں مجنوں ہی کو تا دامن کسار کھینچ

صورت تصویر حیراں ہوگیا ہے آپ وہ | کیا کہوں مانی سے میں تصویر روئے یار کھینچ

ہے جوار حضرت محبوب حق اکبر کی جا
جانب جنت نہ اے رضوان زنہار کھینچ

# ردیف ح

ہزار عشق محمد نے باغباں کی طرح | کھلائے داغ مرے دل میں گلستاں کیطرح

| | |
|---|---|
| ہیں سر بلند وہی شہ کے آستاں کیطرح | جو بوسے دیتے ہیں جھک جھک کے آسماں کیطرح |
| شفیع حشر رسول کریم ختم رسل | نہ تھا نہ ہے نہ کوئی ہو شہ زماں کیطرح |
| براق آپ کا اک آن میں شب معراج | گیا دعا کی روش آ گیا گماں کیطرح |
| نہیں طرحدار سبھی انبیا خدا کے مگر | پسند آئی شہنشاہ انس و جاں کیطرح |
| ہوئے ہیں جس سے یہ صورت پذیر کون و مکاں | ہوا ہے کون شہنشاہ کن فکاں کی طرح |
| ترے عذار میں ہے نور قدس کا انداز | ترے مزار میں ہے گلشن جناں کی طرح |

ہے سوز عشق نبیؐ سے یہ طبع اکبر گرم
کہ پھول جھڑتے ہیں جامہ سے گلستاں کی طرح

ریخ حیدر

## ردیف خ

ریخ حیدر

| | |
|---|---|
| عطر بوئے مصطفےٰ اہر گل پہ مہکا شاخ شاخ | پڑھ رہی ہیں بلبلیں احمدؐ کا کلمہ شاخ شاخ |
| پھوٹتی کلیاں ہیں پڑھکر قل ہو اللہ احد | بج رہا ہے باغ میں وحدت کا ڈنکا شاخ شاخ |
| بس گئی بوئے محمدؐ چار سو گلزار میں | نور احمدؐ غنچہ و گل بنکے پھوٹا شاخ شاخ |
| چشم حق بیں ہے تو دیکھ بن گئی ہے باغ میں | نور ذکر پنجتن سے پنج شاخہ شاخ شاخ |
| جا بجا شمشاد اُٹھے ہیں سرو قد تعظیم کو | ذکر میلاد نبیؐ کرتی ہے گویا شاخ شاخ |
| تیرا قائل بوٹا بوٹا بچہ بچہ مائل پھول پھول | تیرا عاشق پتہ پتہ تیرا شیدا شاخ شاخ |
| باغ میں ذکر جمال احمدی سے ہے نہال | خوشہ خوشہ غنچہ غنچہ پتہ پتہ شاخ شاخ |

کیوں نہ شادی ہے ہر اک نخلِ گلشن باغ باغ
بس گیا ہر گل میں شیرِ گا رنگیلا شاخ شاخ

تو بھی پڑھ اکبرؔ کہ ہے چاروں طرف اس باغ میں
غل الک احمدؐ کثیراً طیباً کا شاخ شاخ

# ردیف دال

منظور ہوا حق کو جو اظہارِ محمدؐ
چمکا ہے ہر ذرے میں انوارِ محمدؐ

یہ حلق ہو اور خنجرِ ابروئے نبیؐ ہو
یہ آنکھیں ہوں اور جلوۂ رخسارِ محمدؐ

مصری سے بھی میٹھا ہے وہی نام مبارک
ہے قند مکرر مجھے تکرارِ محمدؐ

صحت مری اے حضرتِ عیسیٰ ہے منظور
دکھلا دو مجھے نرگسِ بیمارِ محمدؐ

موسیٰؑ کو نظر آتا تھا جو طور پہ جلوہ
تھا پرتوِ آئینۂ رخسارِ محمدؐ

در حشر کا ہرگز نہیں عشاقِ نبیؐ کو
آزاد ہے دوزخ سے گرفتارِ محمدؐ

ہر وقت ادھر چشمِ عنایت کی نظر ہے
گو خواب میں ہیں دیدۂ بیدارِ محمدؐ

بیشک وہ حسین ایک ہی ہے بحر جہاں میں
بے مثل تھے دونوں دُرِ شہوارِ محمدؐ

آباد رہے آگرہ تا حشر الٰہی
اکبرؔ ہیں یہاں جلوہ گر انوارِ محمدؐ

پاک ہے ہمتا ہے تیری ذات اللہ الصمد
آبرو میری ہے تیرے ہاتھ اللہ الصمد

پیارے پیارے نام ہیں قربان ان ناموں کے
ذوالجلال و قاضی الحاجات اللہ الصمد

ہے گلستانِ جہاں میں تیری صنعت کے گواہ
تیری رنگا رنگ مخلوقات اللہ الصمد

ذکر الا اللہ الا اللہ ہے وردِ زباں
دل میں اللہ ہو کے ہیں حالات اللہ الصمد

شان تیری دیکھ کر ہر شے میں ہے تکیہ کلام
بات اللہ غنی نغمات اللہ الصمد

سینکڑوں پتلے بنائے اور ملائے خاک میں
ہائے ہے تو اور تیری مصنوعات اللہ الصمد

لکھ کے لایا ہے تری درگاہ میں حمد و ثنا
ہوں قبول اکبر کی تصنیفات اللہ الصمد

قل ہو اللہ احد کے ساتھ اللہ الصمد
پڑھ رہی ہے ساری مخلوقات اللہ الصمد

اسلئے آئینہ بینش دیا ہے آنکھ کو
تا کہ دیکھے رنگ مصنوعات اللہ الصمد

آشکارا ہے تری توحید ہر انگشت سے
مظہر وحدت ہیں دونوں ہاتھ اللہ الصمد

اور اعضا کا کیا ہے سر کو افسر اسلئے
تا کہ سجدہ میں رہے دن رات اللہ الصمد

لذت گویائی بخشی ہے زبان کو اسلئے
تا ہو محو شکر انعامات اللہ الصمد

بیل بوٹا پھول پھل جن بشر وحش و طیور
سب میں ہیں صنعت کی تصویرات اللہ الصمد

آرزو ہے جبکہ ہو اکبر کا وقت جانکنی
لب پہ ہو یا قاضی الحاجات اللہ الصمد

## ردیف ذال

ایجان شک نہیں کہ ہے سکو وفا لذیذ
مجکو وفا سے بڑھکے ہے تیری جفا لذیذ

جو اہلِ درد ہیں اونہیں کیا حاجتِ شراب
ہے اپنا خونِ دل انہیں اس سے سوا لذیذ

اب تلخئ فراق بھی دینے لگی مزا
قندِ وصال سے ہے یہ کڑوی دوا لذیذ

کیا لطف دیتی ہے تری نوکِ مژہ کی چھیڑ
میں کیا کہوں کہ ہے یہ خلش دلکو کیا لذیذ

دل جل رہا ہے اور مزے لے رہے ہیں ہم
ہے یہ کبابِ سوختہ بیشک بڑا لذیذ

شورابۂ فراق مرے اشکِ گرم ہیں
ہیں شربتِ وصال سے اب یہ سوا لذیذ

غم اتنا کھا لیا ہے کہ یہ بن گیا مزاج
ہے اب تو سب سے بڑھ کے اسی کا مزا لذیذ

شیریں یہ نامِ یار ہے اب بند ہو گئے
کہتی ہے میری روح کہ ہے یہ غذا لذیذ

اکبرؔ جمالِ یار نے کی نزع میں مدد
مرنے کے وقت ہم کو یہ شربت ملا لذیذ

## ردیف ے

دنگ ہیں قدسی تری محفل کا ساماں دیکھکر
تنگ ہیں غنچے ترا حسنِ فراواں دیکھکر

فرش پر یا رب ہی امتی کہتے ہیں وہ
عرش سے لاتقنطو کہتا ہے رحماں دیکھکر

مژدہ بادا دل کہ آتی ہے نسیمِ مغفرت
ہنس پڑی رحمت مجھے خجلت سے گریاں دیکھکر

رہ گئی حیران سوسن لیتے ہی وہ نامِ پاک
کھل گئیں نرگس کی آنکھیں حسنِ جاناں دیکھکر

پوچھا اک بلبل سے اے ناشاد کیوں روتی ہے تو
بولی وہ انجامِ گلہائے گلستاں دیکھکر

بحر و بر جن و بشر و حور و ملک ارض و سما
روتے ہیں بےحرمتی خونِ شہیداں دیکھکر

تیری بے پروائی تیری بے نیازی کھل گئی ‖ گُل کو خنداں دیکھکر بلبل کو نالاں دیکھکر

وصف گل کرتی ہیں وہ یہ وصف احمد اسلئے
بلبلیں ہیں دنگ اکبرؔ کو غزل خواں دیکھکر

## ردیف ز

ہے بہار باغ دنیا چند روز ‖ دیکھ لو اِس کا تماشا چند روز
اے مسافر کوچ کا سامان کر ‖ اس سرا میں ہے بسیرا چند روز
دفن کرکے قبر میں بولی قضا ‖ اب یہاں تم سوتے رہنا چند روز
ہے نمایش اس جہاں کی اسطرح ‖ جیسے نوچندی کا میلہ چند روز
غافلو یاد الٰہی چاہیئے ‖ ہے بکھیڑا زندگی کا چند روز
کیوں ستاتے ہو کسی بیجرم کو ‖ ظالموں یہ ہے زمانہ چند روز
کے رہا کچھ روز یا جم کوئی دن ‖ کچھ دنوں شدادؔ کسریٰ چند روز

پھر کہاں اکبرؔ کہاں تم دوستو
ہے یہ دنیا کا تماشا چند روز

## ردیف سین

یوں خوبرو ہیں سرِ گل تر کے آس پاس ‖ جیسے ستارے ہوں مہ انور کے آس پاس

بیتاب ہو رہی ہے شہادت کے شوق میں
ہے میری روح یار کے خنجر کے آس پاس

گھیرے ہے ہر طرف سے مجھے یاد روئے یار
سو آئینے ہیں اک سکندر کے آس پاس

دیکھوں بچے ان آنکھوں سے کس طرح دل مرا
دو باز ہیں اک کبوتر کے آس پاس

لشکر سا حسرتوں کا ہے چاروں طرف پڑا
ہے اژدہام قیصر سکندر کے آس پاس

اکبر رہیں رقیب نہ کیوں اس حسین کیساتھ
ہر شاخ میں ہیں خار گل تر کے آس پاس

## ردیف شین

نہ کیوں ہم کو کل عالم فراموش
نہیں ہوتا ہے تو اک دم فراموش

کسی کی آنکھ نے ہے دھو دیا سب
ہے اب وہ عمر بھر کا غم فراموش

تری محفل میں ڈھونڈیں گے پھر آکر
یہاں دل کر چکے ہیں ہم فراموش

دیا ساقی نے جب سے ہم کو ساغر
اسی دن سے ہے جام جم فراموش

وہ مانگا کرتے ہیں اکثر دل آکر
ہوئے اب اُن سے الفت ہم فراموش

ہمیشہ خوش رہا میں للہ الحمد
مجھے کہتے ہیں اکبر غم فراموش

## ردیف صاد

لئے پھرتی ہے مجھ کو جا بجا حرص
ہوئی ہے کس بلا کی اے خدا حرص

بنایا ہے تمہیں محبوب حق نے
کرینگے کیا تمہاری انبیا حرص

صلوٰۃ و صوم کے پابند ہو جائیں
الٰہی سب کو کر ایسی عطا حرص

سیہ کرتی ہیں دل یہ پانچ چیزیں
دغابازی - حسد - کینہ - ریا - حرص

بھلے کاموں کی اکبر چاہیے قدر
برے فعلوں کی ہے بس ناسزا حرص

## ردیف ضاد

واہ کس رنگ پہ ہے حسن بہار عارض
باغ جنت کا ہے ہر پھول نثار عارض

لیلۃ القدر ہے اے ماہ ترا خط سیاہ
صبح یوم العرفہ نور نگار عارض

سحر عید کا آئینہ سواد اس کا ہے
ہے چمکتی ہوئی اقلیم دیار عارض

ہو چلا بارور اب نخل جوانی اس کا
چشم بد دور ہے آغاز بہار عارض

ہے نظر خیرہ یہ ہے خط سیہ کا جلوہ
دن ہے بر گھر ہے فروغ شب تار عارض

حوریں مشاطہ ہیں ہر صفت کی خدمت کے لئے
ماہ آئینہ ہے مہر آئینہ دار عارض

اے گل اندام ترے حسن کی رنگت ہے کچھ اور — پھول بھی صدقے ہیں بلبل بھی نثار عارض
زلفیں رخ کی ترے بل کرتی ہیں بیکار نہیں — انکی جاگیر میں لکھا ہے دیار عارض

رنگ ہلکا سا گلابی ہے پھر اس پر خط سیاہ
قابل دید ہے اکبر یہ بہار عارض

## ردیف ط

کیا بتاؤں ہمیں مرے واسطے کیا آپ کا خط — سرخط بندہ نوازی ہے بنا آپ کا خط
ہو گئے معنی او حی کے مطالب روشن — جسدم ایجان جہاں میں نے پڑھا آپ کا خط
طائر سدرہ کو بھیجوں گا کہ لے آئے اسے — جسدم ایجان جہاں میں نے پڑھا آپ کا خط
ملک آئینگے لحد میں تو دکھا دونگا انہیں — ہے بازو پہ ہے اے جان بندھا آپکا خط
نامہ بر نگیا جبریل فلک پر پہنچا — لے اڑا وہ مجھے ایجان نہ ملا آپکا خط
آکے بالیں سے مرے پیک اجل لوٹ گیا — جی اٹھا میں مری جان آ جو گیا آپ کا خط

لکھے تو یار کو کیا کیا ہے لکھا اے اکبر
زلف جاناں سے بھی گزرے ہے بڑا آپکا خط

## ردیف ظ

کیوں نہو عشاق کو دل شاہ خوباں کا لحاظ — چشم بلبل میں ہے گلہائے گلستاں کا لحاظ

کی محمدؐ نے شفاعت ہوگیا خالق کا حکم — جاتے ہیں جنت میں ہم کیا ہمکو رضوا انکا لحاظ

سایہ میں دامن کے جو آکر چھپے بخشے گئے — آگیا خالق کو بھی حضرت کے داماں کا لحاظ

قدر گوہر اے خدا ہیں جانتے گوہر شناس — دیدۂ رحمت میں ہے حضرت کے دندانکا لحاظ

کربلا میں فخر کی اولاد لوٹا گھر کا گھر — شمر ظالم تہا یہی محبوب سبحاں کا لحاظ

اب ہوئی بخشش کہ ہے محبوب خالق کے پاس — آئے ہو واں سے یہاں یاں چاہیے وانکا لحاظ

جاؤگے یاں سے وہاں تو چاہیے کچھ یانکا پاس — آئے ہو واں سے یہاں یاں چاہیے وانکا لحاظ

وہ بڑا غفار ہے بیٹھے ہو کیوں اکبر اداس

آہی جائیگا تمہاری چشم گریاں کا لحاظ

خلوت کی شب میں بھی وہی باقی رہا لحاظ — گھونگٹ ہٹا نہ رخ سے نہ اُن کا گیا لحاظ

بھیجا یگا تو بادۂ بے کیف خلد میں — ساقی ہے بادہ نوشوں کو تیرا بڑا لحاظ

اب لال ڈورے پڑنے لگے چشم یار میں — ہاں لطف میکشی ہے کہ اُٹھنے لگا لحاظ

شب وصل کی تمام ہوئی بات کہنہ کی — ایسا ہی کیا حجاب ہے ایسا ہی کیا لحاظ

زاہد چھپا یہ بزم میں اُٹھتا ہی اب نہیں — ساقی پلا شراب کہ اب ہو چکا لحاظ

جب کر چکے تمسخر تو چلا دور جام مے — رندوں نے شیخ جی کا کیا تو بڑا لحاظ

اکبر جو محتسب نہیں اُٹھتا پیو شراب

اس کو نہیں خیال تو رندوں کو کیا لحاظ

## ردیف عین

یہ کسکے عشق میں اسدرجہ بیقرار ہے شمع
سراپا داغ ہستی ہے بیتاب اشکبار ہے شمع

نگاہ لطف وکرم کی امیدوار ہے شمع
سلام کیلئے استادہ اے نگار ہے شمع

یہ جسکو ڈھونڈھتی ہے وہ اسے نہیں ملتا
جبی انجمن میں سے دیکھو اشکبار ہے شمع

جب آپ آئے اسکے قدم بزم ہوگئی روشن
تجلیوں میں جو اب رشک نگار ہے شمع

جہاں چلی یہ بس آ پہنچے مثل تیر اسیر
کسے خیال میں پروانونکا شکار ہے شمع

کسی کے عارض روشن کی ہے چمک اسمیں
یہی سبب ہے کہ ہر بزم کی بہار ہے شمع

پڑا اسے بھی اسی بیوفا سے کام اکبر
تمہیں خبر نہیں دیکھو تو بیقرار ہے شمع

## ردیف غین

نور احمدؐ سے ہے جب اوج ایماں کو فروغ
جسطرح خورشید سے ہے مہر تاباں کو فروغ

شاخ میں نشو و نما غنچوں میں نکہت گل میں رنگ
جلوۂ احمدؐ نے بخشا ہے گلستاں کو فروغ

زلف مشکیں سے تری لبہائے رنگیں سے ترے
نافۂ آہو کو بو لعل بدخشاں کو فروغ

انبیا ہیں انبیا محبوب پھر محبوب ہے
انبیا پر کیوں نہو محبوبؐ سبحاں کو فروغ

عرش اعظم پر بلایا تھے فرشتے ہمرکاب
کس قدر بخشا ہے حق نے اپنے پیارے کو فروغ

ہو گئیں بے نور سب توریت و انجیل و زبور
جب ہے حسن صف احمد سے قرآن کو فروغ

ہو گئے چودہ طبق روشن ضیائے نور سے
اس چراغ عرش سے ہے بزم امکاں کو فروغ

تیرے جلوہ سے ترے پرتو سے تیرے نور سے
آنکھ کو انوار دل کو روشنی جاں کو فروغ

یہ دعا اکبر کی ہے یارب اسے کیجو قبول
نور ایماں سے ملے ہر ایک انساں کو فروغ

## ردیف ف

آسان نہیں ہے دیکھنا اس یار کیطرف
دیکھیں تو موسیٰ جلوہ دیدار کیطرف

اوسکو تو عشق یار میں معراج ہو گئی
منصور سر سے جائے نہ کیوں دار کیطرف

کیا جذب عشق سے کشش حسن بڑھ گئی
دل کھنچ رہا ہے میرا مرے یار کیطرف

تو چل رہا ہے چال قیامت کی حشر میں
سب کی نگاہ ہے تری رفتار کیطرف

دیوانے ہیں جو کوچۂ جاناں کو چھوڑ دیں
صحرا کو ہم نہ جائیں نہ کہسار کیطرف

روزن سے دیکھتا ہو وہ شوخ چشم آج
میری نظر بھی جاتی ہے دیوار کیطرف

اے غیرت مسیح ہو کیسے مسیح تم
جاتے نہیں کبھی کسی بیمار کی طرف

چار ابروؤں کا ہے یہ کنایہ سمجھ لیا
اکبر ہمارا رخ ہے رخ یار کیطرف

تاک رہے ہیں حشر میں سب میرے مولا کی طرف
ہوں براتی دیکھتے جسطرح دولہا کیطرف

لیچلو اے ہمدمو اے ہمصفیرو مجھے چلو
باغ طیبہ کیطرف گلزار بطحا کی طرف

دل کو سودا ہو گیا عشق رسول اللہ میں
تھا منا اسکو یہ جاتا ہے تھامہ کیطرف

کسقدر اللہ کو تھا شوق دیدار حبیب
دیکھتا تھا دیدۂ رحمت سے بطحا کیطرف

صرصر جذب محبت تھا براق برق پا
اُڑ گیا لیکر سر یہ عرش اعلیٰ کی طرف

عشق ہے اُن کو خدا سے اور خدا کو انسے عشق
حق تو ہے اُنکی طرف وہ حق تعالیٰ کیطرف

شمع کو پروانہ گُل کو بلبلیں لیلیٰ کو قیس
دیکھتے ہیں ہم تمہارے روئے زیبا کیطرف

اور کہتا تھا محبت سے کہ اے میرے حبیبؐ
دیر کیوں کرتا ہے آجا اپنے شیدا کیطرف

روضۂ محبوب کو جاتا ہوں میں کس شوق سے
تشنہ لب جیسے مسافر کوئی دریا کیطرف

لیچلا ہے یاد نبیؐ عشق نبیؐ شوق نبیؐ
غرب کیجانب عرب کی سمت بطحا کیطرف

تیرا عاشق اور یوں در در پھرے خانہ خراب
دیکھ تو اس اکبر بدنام و رسوا کی طرف

## ردیف قاف

گنج سر مدہے نصیب دل دیوانۂ عشق
دولت آباد حقیقت ہے یہ ویرانۂ عشق

ہوش میں آ نہیں سکتا کبھی دیوانۂ عشق
مے توحید سے سرشار ہے مستانۂ عشق

بحر ذخار ہے کونین مدینہ ہے صدف
جسم نورانی حضرت دُر یک دانۂ عشق

آنکھیں ہر وقت ہیں سرشارِ مئے حب علیؑ
منہ سے رندو نکلے لگا رہتا ہے پیمانۂ عشق

ملک کونین بھی ہاتھ آئے تو ٹھوکر نہ لگائے
والیٔ سلطنت فقر ہے دیوانۂ عشق

عرش کو منزلت دل پہ نہ کیوں رشک آئے
ذات پاک نبوی عشق ہے دل خانۂ عشق

فصل گل آگئی پہنائیں وہ زنجیر ہمیں
پھر چلی وحشتِ دل پھر سوئے ویرانۂ عشق

یا خدا حرمتِ سجّاد وہ طفیل قاسمؑ
کردے مجھکو بھی گدائے درِ میخانۂ عشق

فکر عقبیٰ ہے نہ اندیشۂ دنیا کبر
دونوں عالم کو ہے بھولا ہوا مستانۂ عشق

# ردیف کاف

دل کو چھیدیگی پر پردہ تری چتون کبتک
تیر نظارہ چلینگے پسِ روزن کبتک

رونیکو آئی ہے اک رات کی مہماں ہے یہ
شمع مرقد پہ رہے گی مے روشن کبتک

موسم گل سے ہوائے سحری کا جھونکا
شاخ گل پر ترا بلبل یہ نشیمن کبتک

مذہب عشق میں خامی ہے خیالِ ناموس
فکر رسوائی و اندیشۂ دشمن کبتک

شوق دیدار سے بیتاب ہے دل صورت برق
ہوگا طے مرحلۂ وادیٔ ایمن کب تک

کرنہ دے فتنہ خرامی سے کہیں حشر بپا
تڑپیں کشتے ترے قاتل تہ مدفن کبتک

رحم کر حال پر اب میرے خدارا او ترک
خم رہے شوق شہادت میں یہ گردن کبتک

ہم بھی ملتے نہیں اب آپکے در سے تا حشر
دیکھنا ہے کہ گری رہتی ہے چلمن کبتک

رحم آئیگا کبھی تو انہیں مجھپر اکبر
وہ رہینگے مرے ارمان کے دشمن کبتک

## ردیف گاف

پھونکی غمِ فراق نے یہ تن بدن میں آگ
اب جسم کی جگہ ہے مرے پیرہن میں آگ

انگارو پر لٹاتی ہے فرقت میں بیر بلغ
ہو میرا اختیار تو دیدوں چمن میں آگ

ابر سیہ نہیں یہ دھواں ہے بھرا ہوا
کس نے لگا دی آج سپہر کہن میں آگ

کشتے ہیں تیرے رخ کے جو اے آتشیں عذار
لیجائینگے وہ باندہ کے اپنے کفن میں آگ

رخصت ہوئی بہار خزاں کے دن آ گئے
اے باغباں لگا دے اب اپنے چمن میں آگ

صحرا ہماری گرمی رفتار سے جلا
اپنے ہی سوز غم نے لگائی چمن میں آگ

کس نے کیا ترے لب لعلیں کا تذکرہ
اہل یمن نے آج لگادی یمن میں آگ

زلفوں سے یوں عیاں ہے ترا روئے آتشیں
جیسے لگی ہو وادی چین و ختن میں آگ

اکبر تری زبان ہے کیا شمع کی زباں
ہر فقرہ تیرا شعلہ ہے ہر ہر سخن میں آگ

## ردیف لام

کس کو معلوم ہوئی عزت و شانِ بلبل
کون ہے گل کے سوا مرتبہ دانِ بلبل

گوش گل سے جو سنا شورِ فغانِ بلبل — اے صبا کیا ہوئی تاثیرِ زبانِ بلبل

آئی کیا فصلِ خزاں اُڑ گئے مرغانِ چمن — مٹ گیا صورتِ گُل نام و نشانِ بلبل

دیدِ لیلیٰ کیلئے شرط ہے چشمِ مجنوں — صفتِ گُل کو ہے درکار زبانِ بلبل

ہو گیا برہم اسی سے تو مزاج اس گل کا — جا بجا تھے مرے دیوان میں بیانِ بلبل

گاتے ہیں میری غزل مرغِ خوش الحانِ چمن — انکو آتا ہے مزہ ہے یہ زبانِ بلبل

شب کو آتا ہے جو محفل میں وہ گُل اکبر — ہم کو پروانوں پہ ہوتا ہے گمانِ بلبل

شیخ حیدر

بیچین ہو کے دیکھ نہ تو راہ فصلِ گُل — اے عندلیب خوب نہیں چاہ فصلِ گُل

گلچیں عدو ہے چرخ ہے دشمن خزاں رقیب — کوئی نہیں جہاں میں ہوا خواہ فصلِ گُل

آخر وہی خزاں ہے وہی خندہ ہائے زاغ — سب چار دن کا ہے حشم و جاہ فصلِ گُل

خاموش غنچے چپ ہیں پژمردہ برگ خشک — برہم ہے کیا مزاج شہنشاہ فصلِ گُل

توبہ کا توڑنا کوئی دشوار بات ہے — میخوار دیکھتے ہیں مگر راہ فصلِ گُل

کہتی ہے عندلیب خزاں سے کہ رحم کر — تا غیر کر نجائے کہیں آہ فصلِ گُل

قمری ہو عندلیب ہو طوطی ہو کوئی ہو — باغِ جہاں میں کس کو نہیں چاہ فصلِ گُل

ساقی عروسِ توبہ بنا دخترِ رز کو آج — اب کے بہار آئی ہے ہمراہ فصلِ گُل

اکبر وہ ماہوش جو نہیں ہے بغل میں آج — ظلمات سے سوا ہے شبِ ماہ فصلِ گُل

## ردیف میم

گرم سخن ہیں مجمع اہل سخن میں ہم
گویا زبانِ شمع ہیں اس انجمن میں ہم

مٹی ہی جسم ہے تو تکلف یہ کیا ضرور
کبتک رہیں گے خاک سے بچھڑ کر کفن میں ہم

دونوں کو اتحاد نے یکرنگ کر دیا
کھلتا نہیں کہ یار ہے یا پیرہن میں ہم

گل ہوشیار ہوں وہ گل آتا ہے سیر کو
دل تھامے عندلیب کہ پہنچے چمن میں ہم

تیرے سوا نظر نہیں آتی کسی کی شکل
یہ محو ہو گئے ہیں تری انجمن میں ہم

گردش نصیب ایسا کوئی کم ہے زیر چرخ
دو روز بہی نہ چین سے بیٹھے وطن میں ہم

طول امل میں پھنس گئے دنیا گلے پڑی
ابتو اسیر ہیں اسی طوق و رسن میں ہم

مضمون دہانِ تنگ کا سوجھا نہ آجتک
جی چاہتا ہے قفل لگائیں دہن میں ہم

لکھتے ہیں یاد زلف میں توصیف چشم یار
آہو شکار کرتے ہیں دشت ختن میں ہم

اکبر ہے ساتھ شمع کے پروانہ بہی ضرور
جس انجمن میں وہ ہے اسی انجمن میں ہم

## ردیف نون

ہوں وہ مومن جسے ایمان سے سروکار نہیں
وہ برہمن ہوں جسے حاجت زنار نہیں

گنگ وہ کان جو وقفِ سخن یار نہیں
کور وہ آنکھ جسے حسرت دیدار نہیں

کفر سے کام نہ ایمان سے مطلب ہے ہمیں — دونوں عالم سے بجز تیرے سروکار نہیں

کیا خبردار کرے گا تو ہمیں او زاہد — آپ تو اپنی حقیقت سے خبردار نہیں

کب ترے جلوۂ دیدار نے حیران کیا — کونسا دن ہے کہ ہم نقش بہ دیوار نہیں

سرفروشی صفت کوہکن آخر میں ہے — عشق پہلے تو بہت سہل ہے دشوار نہیں

دہن گور سے آتی ہے صدا میت کو — آج ہمدم نہیں تیرا کوئی غمخوار نہیں

دیکھکر اسکو یہ ہوں محو برنگ تصویر — ہے زباں منہ میں مگر طاقت گفتار نہیں

چشم دل کھول اگر ہے طلب دید اکبر
نظر آئے گا ان آنکھوں سے وہ دیدار نہیں

جب سے گدائے کوئے شہ دیں پناہ ہوں — میں سرزمین ملک دو عالم کا شاہ ہوں

ابتک نہیں کسی پہ صفاتیں مری کھلیں — وہ بندہ ہوں کہ مظہر ذات الٰہ ہوں

ہے میری ذات باعث ایجاد کائنات — میں آپ اپنے دعوئ حق کا گواہ ہوں

عشق کمر نے زار کیا اس قدر مجھے — مخفی نظر سے صورت تار نگاہ ہوں

چھانے ہوئے ہوں دشت حدوث و قدم کی خاک — میں رہ نورد بادیۂ لا الٰہ ہوں

افتادگی عروج کبھی تو دکھائے گی — اس کوچہ میں پڑا صفت گرد راہ ہوں

قربان جاؤں تیری شفاعت کے اے نبی — قبضہ بہشت پر ہے مگر پر گناہ ہوں

دی فقر میں خدا نے مجھے دولت فنا — ہوں گرچہ تنگدست مگر بادشاہ ہوں

اکبر کیا جو کوچۂ جاناں کا ہمنے قصد — دل بول اٹھا کہ چلئے تو میں خضر راہ ہوں

ہندوالے اونہیں مکی مدنی کہتے ہیں
خلدوالے اونہیں سرو چمنی کہتے ہیں

عرق گل سے پسینہ میں فزوں تہی خوشبو
اسکو لئے صفت گل بدنی کہتے ہیں

دیکھکر اپنے صحیفوں میں تراؤ کر جمیل
انبیا رعب سے اللہ غنی کہتے ہیں

پوچھا حوروں نے حضور آپکا دولتخانہ
ہنس کے بولے ہمیں مکی مدنی کہتے ہیں

ایک اشارے سے کیا چاند کا دل دو ٹکڑے
عاشق اس آن کو برچھی کی انی کہتے ہیں

ہائے الفت کہ وہ اللہ سے ہر پہلو پہ
میری امت کی نہو دل شکنی کہتے ہیں

اے نکیرین نہ بیچین کرو تم کہ مجھے
عاشق سید مکی مدنی کہتے ہیں

منزل غم میں تہکا بیٹھا ہوں محبوب سے دور
اس مصیبت کو غریب الوطنی کہتے ہیں

ایک تم ہو کہ ہے اللہ تمہارا مشتاق
ایک موسیٰ ہیں کہ رب ارنی کہتے ہیں

مرحبا اکبر مداح لکھی خوب غزل
اسی انداز کو شیریں سخنی کہتے ہیں

تجھپر جو مٹ نجائے وہ دل اے قمر نہیں
قرباں نہو جو تیرے قدم پر وہ سر نہیں

تا چند ہجر یار کے صدمے اٹھائیے
اے جان اب تحمل درد جگر نہیں

دیکھے ہوئے ہیں ہم شب غم کی اندہیریاں
اے تیرگی بخت ہمیں تیرا ڈر نہیں

لیجاؤں گا میں اپنا خط شوق یار تک
کچھ احتیاج تیری مجھے نامہ بر نہیں

بیچین روز دل ہے زیارت کیواسطے
یاد آئی کب مدینہ کی ہم کو سحر نہیں

مرنا بھی تیری چاہ میں جینے سے بہتر ہے
بدلیں ہم اسکو نفع سے یہ وہ ضرر نہیں

احسان لوں کسی کا میں اتنا کہاں دماغ
ممنون بخیہ گر مرا چاکِ جگر نہیں

حالِ درازیِ شبِ غم کیا کروں بیاں
وہ شام ہے یہ جسکی جہاں میں سحر نہیں

اکبر کبھی نہ کہیو نبیؐ اور علیؑ کو دو
غافل یہاں ازل سے دوئی کا گذر نہیں

ہے نور محمدؐ کی جھلک رنگِ چمن میں
صد برگ میں بیلے میں گلِ تر میں سمن میں

گریوں ہی رہی آگ محبت کی بدن میں
اڑ جاؤں گا کافور لگاتے ہی کفن میں

اوس سرورِ عالم کے پسینہ کی ضیا سے
بو مشکِ ختن میں ہے چمک لعل یمن میں

بیکس ہوں میں عاجز ہوں مدینہ میں بلا لو
مر جاؤں نہ گھٹ گھٹ کے کہیں رنج و محن میں

فریاد ہے فریاد ہے اے داورِ محشر
زہراؑ کا چمن لوٹ لیا شام کے بن میں

یہ عشق گھلا دیگا مجھے شمع کی صورت
پھونکا ہے جگر آگ لگا دی ہے بدن میں

ہے اوس گلِ وحدت کے پسینہ سے محبت
احباب ملیں عطر وہی میرے کفن میں

اشکوں سے ٹپکتے ہیں شرر سوزشِ غم سے
لو آگ برسنے لگی بھادوں کی بھرن میں

اکبر ہے مرا نام ثنا خوانِ نبیؐ ہوں
بلبل سا چہکتا ہوں گلستانِ سخن میں

ہزاروں راز نہاں ہیں دہن کے پردے میں
کروڑوں گنج ہیں اک اک سخن کے پردے میں

نہاں ہے شاہدِ مطلب سخن کے پردے میں
زبان بول رہی ہے دہن کے پردے میں

بسا ہے عطرِ محبت سے جامۂ ہستی
چھپا ہے کون گل اس پیرہن کے پردے میں

نکال لایا انہیں شوق خود نمائی کا
وہ ایسی شان سے بیٹھے تھے بن کے پردے میں

غضب کا پردہ نشیں ہے وہ شوخ ہرجائی
ہر انجمن میں ہے ہر انجمن کے پردے میں

کھلا سبب ہمیں لیلیٰ کی جامہ زیبی کا
کہ روح قیس ہے اس پیرہن کے پردے میں

درونہ جسکے تھے زربفت کے پڑے پردے
اب اس مکان کے مکیں ہیں کفن کے پردے میں

جو دیکھا اہل بصیرت نے دونوں کو تو کہا
حضور ہی ہیں حسینؑ و حسنؑ کے پردے میں

نجات اہل گنہ کو کہیں نہیں اکبر
عبث چھپا ہے تو جاکر کفن کے پردے میں

گئے ہیں آن میں خیر البشر کہاں سے کہاں
وہ جسم پاک تھا مثل نظر کہاں سے کہاں

خدا کے ذکر میں جو درد کی داستاں واعظ
ہمیں بھی لے گیا تو بے خبر کہاں سے کہاں

جو پھیر دی گئی اس در سے عرش تک پہنچی
ہوا ہماری دعا کا اثر کہاں سے کہاں

شب فراق میں دم بھر نہ ایک جا تھا قرار
لیے پھرا ہمیں درد جگر کہاں سے کہاں

وہ میرے شعروں کو سنتے ہی ہوگئے خاموش
خدا کی شان ہے پہنچا اثر کہاں سے کہاں

سخا کی ڈالیاں ہیں عرش پر زمیں میں جڑ
گیا ہے بڑھ کے یہ نوری شجر کہاں سے کہاں

جگر کو چھید کے دل سے گذر گیا ظالم
اتر گیا ترا تیر نظر کہاں سے کہاں

چلا ہے کعبہ در دل کو چھوڑ کر اکبر
یہ بے خبر ہے یوں ہی در بدر کہاں سے کہاں

آوارہ و سرگشتہ نہیں قیس ہی بن میں
لیلےٰ کو بھی آرام نہیں اپنے وطن میں

دل جلکے جو رہتے ہیں تو بن گئے یکدل
ہر چند کہ اضداد کی بستی ہے بدن میں

عالم نظر آیا ہمیں کل اکل و ماکول
ہر شے کی حقیقت ہے یہی دیر کہن میں

عالم متغیر ہے تو حادث بھی ہے بیشک
پھر شان قدم کیسی ہے اس دیر کہن میں

کیا کیا متغیر ہوئے حالات جہاں کے
دنیا ہی نئی ہو گئی اک چشم زدن میں

خوش خندۂ گل پر نہو اے بلبل ناداں
پڑھتا ہے تجھے مرثیۂ گل بھی چمن میں

انسان کسی حال میں آزاد نہیں ہے
مر کر بھی گرفتار رہا قید کفن میں

الفت میں تری قطع محبت ہوئی سب سے
اک عمر سے بیگانہ ہوں یاران وطن میں

اکبر یہ غزل تم نے نئے رنگ میں لکھی
اچھا ہے جو ہو عام یہ انداز سخن میں

قبۂ سبز مدینہ اُتر آیا دل میں
کھنچ گیا روضۂ محبوب کا نقشہ دل میں

فاش اگر راز ہو پیدا ابھی طوفاں ہو بپا
جوش زن عشق محمد کا ہے دریا دل میں

ہر جگہ حسن محمد نے کیا مجھکو نہال
کبھی آنکھوں میں سمایا کبھی آیا دل میں

جا بسے انکے مری آنکھونمیں کچھ ایسے نقشے
پردۂ سبز کا اُڑتا ہے پھریرا دل میں

یہی دو گھر ہیں مرے دونوں مکانونکے مکیں
خانۂ کعبہ ہے آنکھوں میں مدینہ دل میں

فیض حضرت نے توجہ جو ادھر فرمائی
لی مع اللہ کا نظر آ گیا جلوہ دل میں

بند کر منہ کو ذرا سر تو جھکا اے مجنوں
نظر آجائیگی تجھکو یہیں لیلیٰ دل میں

کہیں لٹتی نہو بستی مرے ارمانوں کی
نہیں معلوم کہ یہ شور ہے کیسا دل میں

کعبہ مسجود ہوا جس کے سبب سے اکبر
جلوہ فرما ہے وہی کعبہ کا کعبہ دل میں

نہیں عکس اُسکے شمع رخ کا اپنے چشم روشن میں
چراغ طور کا جلوہ ہے یہ وادیِ ایمن میں

پسینے میں ڈوبا یا گرمیِ مضمون عارض نے
غریقِ بحر رحمت ہو نہیں یا دردِ روشن میں

فقیروں کو ہے اپنا بوریا تخت سلیمانی
سلیمان زمانہ ہے ہر اک مور اپنے روزن میں

ترے قد سے جو دی ہیں شاعروں نے انکو تشبیہیں
اکڑتے ہیں کھڑے ہو ہو کے کیا سرو گلشن میں

سلامت ہے جو اے وحشت ہماری بادیہ گردی
نہ رہنے پائیگا کانٹا کوئی صحرا کے دامن میں

ہماری تیغ قاتل اس طرف بھی رخ کرے یا رب
رگوں کا دام پھیلائے ہوئے بیٹھے ہیں گردن میں

نہ تڑپے ہم خیال پاکدامانیِ قاتل سے
ادب کہتا تھا ہاں دھبہ نہ آئے اسکے دامن میں

گرانی نرم دل کے آگے کام آتا نہیں اکبر
کفِ حداد پر یکساں ہے نسبت موم آہن میں

کوئی حرفِ غلط ہوں یا خطوط نقش باطل ہوں
جو کچھ ہوں صفحۂ ہستی سے مٹجانیکے قابل ہوں

نہ ہو نہیں وہ صحبت میں جس صحبت میں شامل ہوں
مرا اک اور عالم ہے نہ خارج ہوں نہ داخل ہوں

ستائے دل یونہیں ویران پڑی ایک مدت سے
کبھی ٹھیرا نہیں جسمیں مسافر میں وہ منزل ہوں

ذرا انصاف کر تو اے جنوں کیوں کر نہ دم نکلے
اسیر دام نہ ہو نہیں تو گرفتار سلاسل ہوں

مرے غمخوار کو بھی رحم اب مجھپر نہیں آتا
نہیں معلوم کیسے سنگدل قاتل کا بسمل ہوں

مرے ہی آنسوؤں کے سیل نے گھر ڈہا دیا میرا
حقیقت یہ ہے میں خود باعث ویرانیِ دل ہوں

کسی کی تیغ کہتی ہے لپٹ کر میری گردن سے
چلے بھی آؤ ایسے وقت میں عاشق سے کیا پردا

دولہن ہوں میں شہید ناز کی شمشیر قاتل ہوں
بجھا دوں گی جسے باد سحر وہ شمع محفل ہوں

مری ہستی کی سرحد گو عدم سے مل گئی اکبر
مگر یہ مشکل کہتی ہے میں بھی حد فاصل ہوں

وصل اس ستم شعار کا دشوار بھی نہیں
اقرار بھی نہیں ہے تو انکار بھی نہیں

پابوسیوں نے کی ہیں وہ خانہ خرابیاں
اب دل میں شوق لذت آزار بھی نہیں

پردہ سے مت سناؤ مجھے لن ترانیاں
موسیٰ صفت میں طالب دیدار بھی نہیں

عذر وصال کرکے مجھے ذبح کر دیا
کہتے ہو میرے ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اے صبر رفتہ عاشق ناشاد المدد
شبہائے ہجر میں کوئی غمخوار بھی نہیں

اب بیخودی شوق ترقی پذیر ہے
تمیز چشم دستہ و سوفار بھی نہیں

مانگوں دعائے مرگ عدو آہ کس طرح
لذت فزائے دل الم یار بھی نہیں

احباب بیتے جاتے ہیں کندھا نجانے کیوں
ایسی تو میری لاش گراں بار بھی نہیں

اکبر کے شعر سنکے چلے جاتے ہیں عدو
کہتے ہیں گرم آپ کے اشعار بھی نہیں

نہیں چھوٹا خیال مرقد جانانہ مرقد میں
ہوئے بیچین ہم نے ایکدم پایا نہ مرقد میں

سوئے گور غریباں کس ستم آرا کی آمد ہے
تمنا دوڑتی پھرتی ہے بیتابانہ مرقد میں

نمایاں سنبل پیچاں ہوئی ہے قبر وحشی پر
یہ زنجیریں ہیں پا ہمراہ ہے دیوانہ مرقد میں

ہوئے ارمان و حسرت یاس و حرماں مرے ہمدم رخصت
شب تاریک غم کا ساتھ پر چھوٹا نہ مرقد میں

نہیں کوئی یہاں پرساں کسیکا وقت تنہائی
نظر آتا ہے ہر جانب مجھے ویرانہ مرقد میں

عدم آباد کو جاتا ہوں میں جا دوست سے ملنے کو
چلی ہے لیکے مجھکو ہمت مردانہ مرقد میں

لیا ہے جسنے دل میرا میں بندہ بھی اسیکا ہوں
فرشتوں سے کہو مجھسے کریں جھگڑا نہ مرقد میں

سیر گور غریباں ہاتھ اوٹھا کر کہہ گیا کوئی
ملے راحت کسیکو ایکدم حاشا نہ مرقد میں

مری ہر بات پر کہتے ہیں کیا کیا مجھکو دکھلا کر
فرشتے کر رہے ہیں ناز معشوقانہ مرقد میں

اثر وحشت کا اکبر بعد مردن بھی رہا جاری
کہ کھلانے سے باز آیا مرا تلوانہ مرقد میں

پوشیدہ ہیں دل میں کہ کلیجہ میں نہاں ہیں
کیا جانئے تیر نگہ یار کہاں ہیں

مٹی میں ملانیکو سوئے قبر رواں ہیں
ہم دوش پہ احباب کے اک بار گراں ہیں

غیروں پہ تلطف ہے ترحم ہے کرم ہے
معلوم ہوا آپ بڑے فیض رساں ہیں

پھولی نہ پھلی شاخ امید اپنی کبھی آہ
ہم گلشن آفاق میں پامال خزاں ہیں

حیران ہوں مدہوش ہوں بیخود ہوں سراپا
جلوے کے اثر یوں مری صورت سے عیاں ہیں

کہتا ہے کوئی برق تجلی کو دکھا کر
اے طالب دیدار ترے ہوش کہاں ہیں

کچھ منہ سے جو بولیں تو کھلے راز حقیقت
کیوں مہر بسر قفل در گنج نہاں ہیں

جا لگیں لحد موت نے بخشی ہے عدم میں
اب ہمکو یہ دعوی ہے کہ ہم اہل مکاں ہیں

افسردگی خاطر ناشاد مدد کر
غم ہائے غریب الوطنی کاہش جاں ہیں

رونق ہے اگر بزم سخن کی تو ہمیں سے — ہم باعث دلبستگیٔ طبع جہاں ہیں

مضموں نہیں ہے تو نہ ہو اپنی غزل میں
اکبر یہی کیا کم ہے کہ ہم اہل زباں ہیں

میرے اُنکے وصل کے اقرار کچھ یونہیں سے ہیں — کیا کسی کا خوف ہے تیار کچھ یونہیں سے ہیں

اُنکو مطلق دوست و دشمن کی نہیں ہوتی تمیز — واقعی تیرِ نگاہ یار کچھ یونہیں سے ہیں

وہ ابھی کمسن ہیں ہوتے ہوتے ہونگے جواں — اُنکے سینہ پر ابھی آثار کچھ یونہیں سے ہیں

میری وحشت کا زمانہ کی زباں پر ذکر ہے — آپ کے چرچے سر بازار کچھ یونہیں سے ہیں

دل میں ہے کوئی زبردستی پلا دے تو ہمیں — دخت رز سے شیخ جی بیزار کچھ یونہیں سے ہیں

رفتہ رفتہ کر دیا بدنام آخر آپ کو — ہم نہ کہتے تھے کہ یہ اغیار کچھ یونہیں سے ہیں

درد کچھ یوں ہی سا ہے دل میں خلش یوں ہی سی ہے — مضطر و حیراں مرے غمخوار کچھ یونہیں سے ہیں

اُنکی غفلت میں ہے ہشیاری برابر کی شریک — خواب کچھ یونہی سا ہے بیدار کچھ یونہیں سے ہیں

کل قسم کھائی تھی لیکن آج پھر پہنچے وہیں
حضرت اکبر بھی میرے یار کچھ یونہیں سے ہیں

نظر جب وہ تجلی آئی پروانہ کی آنکھوں میں — ہوا بیخود یہ حیرت چھائی پروانہ کی آنکھوں میں

کوئی اُس عالم نورانی کے اوصاف کیا جانے — بھری ہے شمع کی زیبائی پروانہ کی آنکھوں میں

چلا جاتا ہے لیکن خوف جاں مطلق نہیں کرتا — قضا پھرتی ہے کیا اترائی پروانہ کی آنکھوں میں

تو وہ ہے رشکِ شمع انجمن اے مجمع خوبی
کھٹکتا ہے ترا شیدائی پروانہ کی آنکھوں میں

گرا جو شمع پر اُسنے جلا کر خاک کر ڈالا
محبت نے یہ چربی چھائی پروانہ کی آنکھوں میں

اٹھے بے پردہ اسنے شمع کے جو سرِ محفل
حیا آتے ہوئے شرمائی پروانہ کی آنکھوں میں

لباس شمع سبز انجمن کا عکس پڑتا ہے
تماشا ہے جمی ہے کائی پروانہ کی آنکھوں میں

یہ کسکے جلوۂ دلکش نے روشن کر دیا عالم
یہ کون آیا بصد رعنائی پروانہ کی آنکھوں میں

حسد سے جل گیا اکبر کو اوسکو دیکھکر یکجا
الٰہی کیسی غیرت آئی پروانہ کی آنکھوں میں

عیش میں ہوں چین میں ہوں راتدن راحت میں ہوں
کوچہ دلدار میں ہوں یا کہ اک جنت میں ہوں

واہ کیا آرام ہے کچھ فکرِ دنیا ہی نہیں
چین سے لیٹا ہوا میں گوشۂ تربت میں ہوں

میں یہاں ہوں اور میرا لامکاں پر دھیان ہے
ظاہرا ہستی میں ہوں لیکن بڑی رفعت میں ہوں

داورِ محشر کسی کا دھیان ہے اس دم مجھے
پوچھنا اُسوقت میرا حال جب فرصت میں ہوں

حشر میں کیا ملیگے دو چار خرمو نکے درخت
شیخ صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ میں جنت میں ہوں

خواب میں بھی تو کبھی چھیڑا نہیں میں نے اُسے
پھر سزاوارِ خطا ہوں میں تو کس علت میں ہوں

اسے قضا تو ہی چلی آ وہ نہیں آتے اگر
جان سے بیزار میں اپنی شبِ فرقت میں ہوں

میری جانب بھی نگاہ لطف ہو جائے کبھی
میں بھی تو اک بندگانِ دامنِ دولت میں ہوں

کیا سناؤں حالِ دل اکبر کہ اس کو چھوڑ کر
رنج میں ہوں غم میں ہوں صد مصیبتوں کی آفت میں ہوں

فتنے تو جمع ہو گئے میدان حشر میں
چلنے لگی ہے آپ کی سامان حشر میں

یہ طرفہ دل لگی ہے کہ کرکے مرا گلہ
انصاف چاہتے ہیں وہ دیوان حشر میں

جوشِ جنوں وہاں بھی ہا گر تو دیکھنا
باقی رہے گا تار نہ دامانِ حشر میں

وہ بھی ہے ایک جلوہ گہ یار دلستاں
واعظ کچھ اور بات نہ کہہ شان حشر میں

کس نے لحد کے عیش محل سے جگا دیا
یہ کون مجھکو لایا ہے طوفانِ حشر میں

خلقت کا ایک بار ہی بس فیصلہ ہوا
وہ بن سنور کے آئے جو میدان حشر میں

چلتے ہیں ساتھ اور یہ سمجھائے جاتے ہیں
کہنا مرے خلاف نہ دیوان حشر میں

سب ظلم بھول جاؤگے خالق کے سامنے
دیکھو سمجھ کے بات کہو شان حشر میں

اکبر یہ جوش گریہ وہاں بھی رہا تو تم
طوفان اک اٹھاؤگے طوفان حشر میں

گذری ہے خیالِ خم گیسوئے دوتا میں
کاٹی ہے بلائے شبِ غم یادِ بلا میں

عشاق پہ کرتے ہیں وہ لطف ستم آمیز
شامل ہے وہاں زہر بھی تھوڑا سا دوا میں

کہتے ہیں وہ مصروف دعا پاکے یہ مجھکو
تاثیر نہیں لٹتی ہے درگاہ خدا میں

کیوں تشنہ پھرا چشمۂ حیواں سے سکندر
کچھ زہر تو آمیز نہ تھا آب بقا میں

زاہد کو نہ جنت ہی ملے گی نہ جہنم
یہ چھوڑ دیا جائے گا واں راہ خدا میں

قانع نہیں ہونے کے کبھی تا بہ قیامت
دنیا ہی سما جائے جو کشکول گدا میں

جو صاحب باطن ہیں مکدر نہیں ہوتے
جمتی ہی نہیں گرد دلِ اہلِ صفا میں

| | |
|---|---|
| اب ظلم نہ گنوا اسے اے داور محشر | وہ ڈوب رہا ہے عرق شرم و حیا میں |

اکبر کے جنازے کو جو دیکھا تو وہ بولے
بے مثل تھا یہ شخص مگر اہل وفا میں

| | |
|---|---|
| غیر جس بزم میں مختار بنے بیٹھے ہیں | ہم وہاں نقش بہ دیوار بنے بیٹھے ہیں |
| دیکھیے کسکی خرابی ہو خدا خیر کرے | بیطرح آج تو سرکار بنے بیٹھے ہیں |
| شیخ جی جب سے ہوئے دختر قاضی کے مرید | مالک خانۂ خمار بنے بیٹھے ہیں |
| نشۂ حسن نے بیہوش کیا ہے اُن کو | اپنی دانست میں ہشیار بنے بیٹھے ہیں |
| دیکھتے ہیں اُسے لالچ کی نظر سے کیا کیا | وہ مرے دل کے خریدار بنے بیٹھے ہیں |
| داغ دل زخم جگر کھل کے دکھاتے ہیں بہار | آج ہم مالک گلزار بنے بیٹھے ہیں |
| نگہ مست پلا دے مئے وحدت اون کو | پارسا بزم میں دو چار بنے بیٹھے ہیں |
| رحم سے اُنکو ہے نفرت تو کرم سے پرہیز | وہ جفا کیش و دل آزار بنے بیٹھے ہیں |

نگہ مست کہیں دیکھ نہ لی ہو اوس کی
آج اکبر ہیں کہ سرشار بنے بیٹھے ہیں

| | |
|---|---|
| ازل سے اِن بتوں کے ناز بردار دونوں میں ہی تھے | طلبگار دونوں میں ہی ہوں خریدار دونوں میں ہی تھے |
| نگاہ و ابرو و ناز و ادا سب ہیں مرے دشمن | مجھے شاباش تنہا اتنی تلوار دونوں میں ہی تھے |
| جفا کار دونوں میں ہی ہوں وفادار دونوں میں تم ہی ہو | طلبگار دونوں دشمن اور عیار دونوں میں ہی ہوں |
| خبر مجھکو نہیں دونوں جہاں کی بیخودی یہ ہے | کہ چشم ساقی مدہوش کے سرشار دونوں میں ہی تھے |

نہ ہے امید باقی آرزو ہے اور نہ حسرت ہے
الٰہی تیری رحمت سب مجھی پر صرف ہو جائے

دل بیمار کے بس ایک غمخوار دنیں میں ہی ہوں
نکوکار دنیں عالم ہے گنہگار دنیں میں ہی ہوں

نہیں ہے مجھ میں طاقت اٹھ کے اب چلنے کی اے اکبر
پڑا لاچار اس کوچہ کی دیوار دنیں میں ہی ہوں

مارے بہت نہیں یہ بسمل نے ہاتھ پاؤں
کر ڈالا ذبح باندھ کے قاتل نے ہاتھ پاؤں

شرمندگی سے عرق عرق چاند ہو گیا
جس دم دکھائے اس مہ کامل نے ہاتھ پاؤں

انجان بن رہے ہیں مجھے قتل کر کے وہ
کیا پیٹ سے نکالے ہیں قاتل نے ہاتھ پاؤں

اوسکی گلی میں پھر یہ لئے جاتا ہے مجھے
قبضہ میں کر لئے ہیں مرے دل نے ہاتھ پاؤں

لاغر وہ تھا کہ اوسکی سمجھ میں نہ آ سکا
دیکھے بہت ٹٹول کے قاتل نے ہاتھ پاؤں

شرم و حجاب حسن کے سامان دیکھئے
لیلیٰ کے کیا چھپائے ہیں محمل نے ہاتھ پاؤں

ناآشنائے عشق کا حافظ ہے اب خدا
توڑے ہیں بحر عشق کے ساحل نے ہاتھ پاؤں

لو بعد قتل لاش پہ اب رو رہے ہیں وہ
کیسے بچائے اس بت قاتل نے ہاتھ پاؤں

اکبر تو راہ شوق میں چلکر ہی رہ گئے
کیا توڑ ڈالے پہلی ہی منزل نے ہاتھ پاؤں

## ردیف واو

آؤ اے جستجو گنبد خضرا دیکھو
قبہ عرش ہے یہ قصر معلی دیکھو

آؤ اے خضر مدینہ کا تماشا دیکھو — سبز پردوں کا مری آنکھوں سے جلوا دیکھو

سامنے روضۂ انور کے میں دم توڑتا ہوں — حسرتوں کا مری خوش ہو کے نکلنا دیکھو

دیکھو وہ سامنے محراب کے ہے گنبد سبز — اہل کعبہ ادھر آؤ دوسرا کعبہ دیکھو

روضے سے جالیوں تک آؤ ذرا شاہ اُمم — میں تڑپتا ہوں ذرا میرا تڑپنا دیکھو

روشنی شمع سر طور کی دیکھی موسیٰ — شمع بالین پیمبر کا بھی جلوا دیکھو

دیکھی کعبہ میں چراغان منارات کی سیر — آؤ تشریح کے روضہ کا بھی جلوا دیکھو

صف بصف باادب استادہ ہیں بہر سلام — چشم رحمت سے انہیں یا شہ والا دیکھو

آپ کے ہجر میں باقی نہ رہی طاقت ضبط
آؤ اب خاک پر اکبر کا تڑپنا دیکھو

ہم ساتھ لے کے آئے ہیں تصویر یار کو — کیونکر نہ سمجھیں خلوت جاناں مزار کو

یہ مشت خاک بعد فنا حد سے بڑھ گئی — کہتے ہیں لوگ ڈھیر ہمارے مزار کو

بیگانہ بنکے آئے ہیں وہ فاتحہ کو بھی — واقف ہیں اور پوچھ رہے ہیں مزار کو

روتا ہے یہ تو ہنستی ہے کیا کیا زمین باغ — گریہ خوشی کا آتا ہے ابر بہار کو

اُس رشک گل کا آئے تو جوبن شباب پر — ہم بھی دکھائینگے کوئی عالم بہار کو

تلوؤں کو میرے چوستے ہیں خار دشت میں — کہتے ہیں سب عزیز غریب الدیار کو

گو نقش دو طرح کے ہیں نقاش ایک ہے — دعویٰ برابری کا ہے پھولوں سے خار کو

پانی وہی زمین وہی ہے ہوا وہی — کتنا جدا کیا ہے مگر گل سے خار کو

اکبر تمہارے در پہ ہے بیٹھا دہائی دے
مایوس کیجئے نہ اس امیدوار کو

خدا ایسا کرے تم بھی کسی معشوق کو چاہو ۔ تمہارا بھی کسی کے ہجر میں خون تمنا ہو

کسی کو جان سے مارو کسی کو نیمجاں چھوڑو ۔ کوئی بسمل تڑپتا ہو کوئی لاشہ پھڑکتا ہو

مری تصویر کا سر کاٹنے بیٹھے ہیں خنجر سے ۔ انہیں ہر دم یہی دھن ہے ستم ہو تو نرالا ہو

یہ دم اوروں کو جا کر دیجئے اے حضرت واعظ ۔ تمہاری چال میں وہ آئے جو آنکھوں کا اندھا ہو

مصور نے کہا یہ کھینچکر تصویر اس بت کی ۔ جو صورت ہو تو ایسی ہو جو نقشہ ہو تو ایسا ہو

تمہارے چاہنے والے اسی سے داد چاہیں گے ۔ مجھے ڈر ہے قیامت میں خدا سے کچھ نہ جھگڑا ہو

کروں میں ظلم کی فریاد پیش داور محشر ۔ وہ کافر وقت پرسش دل میں چھپ جائے یہ نقشا ہو

جفاؤں سے نہ تم چوکو وفا کو میں نہ چھوڑوں گا ۔ اسی صورت سے نبھ جائے تو پھر اچھا ہی اچھا ہو

فصیح الملک کو چاہا نظام الملک نے اکبر
ترقی اس غزل سے کی کہ تا اعزاز بالا ہو

اس نبیؐ کے نور میں کیوں شان یکتائی نہ ہو ۔ جو جمال خالق کونین کا آئینہ ہو

ہائے قسمت یوں پھروں میں دربدر شوریدہ سر ۔ میرا سر ہو اور ترے در پر جبیں سائی نہ ہو

اُسکا ایماں ہی نہیں جسکو نہیں تیری تلاش ۔ وہ مسلماں ہی نہیں جو تیرا شیدائی نہ ہو

پردۂ انساں میں آ کر جو دکھانا تھا جمال ۔ رکھ لیا نام محمدؐ تا کہ رسوائی نہ ہو

حشر برپا کیوں ہو ایسے گنہگاروں کو کہیں ۔ کھینچکر رحمت ترے دربار میں لائی نہ ہو

اس دعا پر اکبرؔ عاصی کی سب آمین کہیں
یا الٰہی عرصۂ محشر میں رسوائی نہ ہو

کیا برباد قسمت نے غریبوں کے مزاروں کو
بگولا ڈھونڈھتا پھرتا ہے اب کسکے غباروں کو

نگارستان قدرت ہے ہر اک صحرا ہر اک گلشن
ہوائے موسم گل نے نکالا ہے لالہ زاروں کو

یہ ہیں باغ رواں ہمراہ لیجاؤ جہاں چاہو
چمن کیا پائینگے ان گلعذاروں کی بہاروں کو

سکندر دیکھتا اقبال گردان کا تو مرجاتا
عجب دولت خدا نے دی تھی آئینہ داروں کو

تمہاری کفش زریں کسطرح مہتاب نے پائی
فلک پر چن دیا ہے کس قرینہ سے ستاروں کو

کسی کی آستاں بوسی کا سودا ہے مگر اسکو
جھکایا ہے فلک نے کسقدر اپنے کناروں کو

اتر کر بخت زریں سے پھر آکر خاک پر سوئے
تکلف ہو لیجاتا ہی پڑا ان تاجداروں کو

سوار پشت رہوار اجل ہیں جتنے انساں ہیں
کہاں نوبت اترنے کی ملیگی ان سواروں کو

دعا ہے اکبرؔ بے خانماں کی ایسی تجھسے
مرے دل میں بسا دے یا خدا ان چار یاروں کو

ہمارے واسطے اے چرخ نو ایجاد کچھ بھی ہو
جفا ہو یا وفا یا ظلم یا بیداد کچھ بھی ہو

سوال وصل پر خاموش کیوں ہے اسقدر ظالم
نہیں ہو یا کہ ہاں ہو ہو مگر ارشاد کچھ بھی ہو

اثر ہو جسمیں اسکو شوق سے آغاز کر اے دل
فغاں ہو آہ ہو نالہ ہو یا فریاد کچھ بھی ہو

لگاؤ بے نالاں آپ مشتاق شہادت پر
چھری ہو تیغ ہو یا خنجر فولاد کچھ بھی ہو

تمہارا چاہنے والا ہوں سرا نام رکھدو تم
سڑی سودائی رسوا قیس یا فرہاد کچھ بھی ہو

مجھے ہے جوش وحشت ایسی جا لیچل کہ دل بہلے
چمن ہو دشت یا ویرانہ آباد کچھ بھی ہو

کہوں کیا داستان غم شب خلوت بھلا تجھسے
ترے سر کی قسم اسدم جو مجھکو یاد کچھ بھی ہو

سنا دے وہ خبر اے قاصد جاناں کہ جی اٹھوں
نوید مرگ ہو وہ یا مبارک باد کچھ بھی ہو

دل اکبر بہت مدت سے مشتاق زیارت ہے
دکن کو ہم تو آتے ہیں اب اے استاد کچھ بھی ہو

تم شوخ و شریر آدمی ہو
چنچل ہو چھلاوہ ہو پری ہو

کہنا شب وصل ہائے اسکا
بس دور سے آج دل لگی ہو

اے چرخ خدا کا قہر تجھپر
میری تو نہو تری خوشی ہو

کیوں صدمۂ یاس سے نہ مرجاؤں
جب مانع قتل نازکی ہو

کہتا ہوں وہی جو کہہ رہا تھا
کھاتا ہوں قسم جو بات کی ہو

باتیں تو کرو لڑاؤ تو آنکھ
تم اور ہو کوئی یا وہی ہو

واعظ کو ثر کی اتنی تعریف
ایسا تو نہو کچھ اس میں فی ہو

گذری ہی قلق و غم والم میں
ایسی بھی بری نہ زندگی ہو

اکبر نہیں شک کچھ اس میں تم بھی
اس عہد کے میر و مصحفی ہو

خوف کیا ہے دین لو ایمان لو
صبر لو دل لو سکوں لو جان لو

جبھی تم مشق ستم کرتے تھے روز
میں وہی ہوں جان لو پہچان لو

غیر کو مارا ہے کس نے گیا خبر — مجھپر اُس نے رکھدیا طوفان لو
آج تو اقرار کر لو وصل کا — رحم ہے دل میں تو کہنا مان لو
آرزوئیں چل بسیں حسرت سٹی — عشق دل میں ہو گیا ویران لو
آئینہ میں شکل اپنی دیکھکر — آپ ہی وہ ہو گئے حیران لو
ہم شب وعدہ یہاں ہیں منتظر — وہ وہاں ہیں غیر کے مہمان لو
عطر ملتے مجھے خوشی سے مجھکو جو — یہ بھی وہ کہتے نہیں اب پان لو

اُس میں لکھا ہے تمہارا بھی گلہ
مول اکبر کا نہ تم دیوان لو

اُس غنچہ کو دل دیکھے یہ بیتاب نہ کیوں ہو — وہ برق ہی جب ہے تو یہ سیماب نہ کیوں ہو
جب خنجر پُر آب ہو قاتل کا بہت تیز — دلمیں اثر سوزش سیماب نہ کیوں ہو
اس کان لطافت کے ہے دانتوں کا تصور — ہر اشک مرا گوہر نایاب نہ کیوں ہو
جب واسطے انسان کے ہے راحت و آرام — پھر عمر بھلا صرف خور و خواب نہ کیوں ہو
ملتا نہیں ہر ایک سے وہ گل تو گلہ کیا — جو چیز کہ نادر ہے وہ کمیاب نہ کیوں ہو
جس جا پہ کہ ہو دختر رز انجمن آرا — اُس بزم میں پھر جلوۂ مہتاب نہ کیوں ہو
ناچار دل افگار وہ کہتے ہیں عدو سے — جلتا ہوں کہ میرا ہی یہ القاب نہ کیوں ہو
اچھا مگر اسکی جو نہیں ہے نہ سہی پر — معدوم ہی جب ہے تو وہ نایاب نہ کیوں ہو
رونے کا نتیجہ ہے یہی حضرت اکبر — اشکوں سے رواں خلق میں سیلاب نہ کیوں ہو

## ردیف ہ

جاتی ہی نہیں دل سے تمنائے مدینہ
پھرتا ہے مری آنکھوں میں صحرائے مدینہ

قربان مزار شہ والائے مدینہ
دل خلد کا ہے گنبد خضرائے مدینہ

مقصد ہے مرا یہی مگر فرط ادب سے
لب پر نہیں آتا کہ ہوں شیدائے مدینہ

دل میں ہے کہ مرکر بھی نہ نکلیں گے وہاں سے
اب کے ہمیں تقدیر جو دکھلائے مدینہ

سب دوریاں نزدیک ہیں دل میں ہے اگر عشق
ہم ہند میں ہیں آنکھوں میں صحرائے مدینہ

سودا ہو جو سر میں تو مدینہ کے سفر کا
ہو عشق تو عشقِ شہ والائے مدینہ

کعبے گئے تھے ڈھونڈنے ہم ہند سے جسکو
تھا دل میں وہی انجمن آرائے مدینہ

ہر مرتبہ بڑھتا ہی گیا ولولۂ شوق
کیا لطف دکھاتی ہے تمنائے مدینہ

کعبے سے مرا خانۂ دل کم نہیں اکبر
روشن ہے یہاں شمع تجلائے مدینہ

کروں کیا میں وصف بہار مدینہ
ہیں خوشرنگ پھولوں سے خار مدینہ

ہو مدفن مدینہ کے جنگل میں میرا
مری خاک ہو اور جوار مدینہ

جنوں میرا پھیلائے گا پاؤں کیا کیا
ترقی کرے گی بہار مدینہ

مرا نقد دل نذر سلطانِ طیبہ
مرا دین و ایماں نثار مدینہ

فلک پر ہے کوثر تو مکہ میں زمزم
مری آنکھوں میں آبشار مدینہ

سننے قصۂ ہجر فرقت زدوں کا
کہاں ہے مرا تاجدار مدینہ

ضرورت ہے سرمہ کی آنکھوں کو میری
صبا مجھکو لادے غبار مدینہ

شرف کعبہ پر ہے مریدوں کو اکبر
یہ ہے مسکن شہریار مدینہ

وقت زینت دیکھئے توقیر پشت آئینہ
زانوئے دلدار ہے جاگیر پشت آئینہ

انجمن کی انجمن حیران ہے اُس کو دیکھکر
سب ہیں ششدر صورت تصویر پشت آئینہ

صحبت اہل صفا ہے صاف عزت کی دلیل
آئینہ کیسا تھا ہے توقیر پشت آئینہ

آئینہ اسکو دکھایا اُسکے روئے صاف نے
چپ ہو کیوں بلبل تصویر پشت آئینہ

باندھے جاتے ہیں وہی ہیں جو کہ بدخصائل
عکس گیسو بن گیا زنجیر پشت آئینہ

آپنے کیوں اس سے منہ پھیر اسبب بھی کوئی ہے
آپ ثابت کیجئے تقصیر پشت آئینہ

اسمیں بھی لکھا ہوا ہے وصف حال زلف یار
کہہ رہی ہے صاف یہ تحریر پشت آئینہ

ہاتھ سے وہ چھونے پائے تھے کہ خود بین ہوگئے
ہمنے دیکھی ہے عجب تاثیر پشت آئینہ

سر یہ جھکے اور پہلو میں اُسے زینت ملے
وقر یہ عاشق کا وہ توقیر پشت آئینہ

چھو لیا کسنے دم آرایش و تزئین اُسے
آج ہے افلاک پر تقدیر پشت آئینہ

پاس رہکر بھی تو ہم دیدار سے محروم ہیں
کیا ہوئے ہم گر ہوئے تصویر پشت آئینہ

حضرت جوہر نے اکبر خوب لکھی ہے غزل
جسمیں ہے اک قافیہ توقیر پشت آئینہ

# ردیف ی

زخم کھا کر بڑھ گیا شوقِ شہادت اور بھی
ایک چرکا تلوار سے او بے مروت اور بھی

جب اُٹھے وعدہ پر وہ اور بھڑکا اشتیاق
بڑھ گئی ناکامیوں سے اپنی ہمت اور بھی

تیرہ بختی ایک تو پہلے ہی سے قسمت میں تھی
آ گئی اُن گیسوؤں کو چھو کے شامت اور بھی

جب سے وارفتہ تری رفتار کا سمجھی ہے وہ
ناز اب کرنے لگی ہے قیامت اور بھی

ایک تو پہلے ہی سے تھا اُن میں جادو کا اثر
سرمگیں ہو کر ہوئیں آنکھیں وہ آفت اور بھی

قہر تھا جانا ہی تیرا اور پھر منہ پھیر کر
حشر برپا کر رہی ہے یہ قیامت اور بھی

روز و شب ہاتھوں میں ہے تیرے چراغ مہر و ماہ
او فلک دیکھی ہے تو نے ایسی صورت اور بھی

اے خدا پہلے سے اب بڑھ کر مدینہ کا ہے شوق
ایکبار اکبر کو ہو جائے زیارت اور بھی

تا دمِ مرگ نہ کی ترک رفاقت میری
دردِ دل کیا کہوں کی تو نے جو خدمت میری

نظرِ بد کا ہے ڈر سامنے مشاطہ نہ آئے
آئینہ آپ کو دکھلائے گی سیرت میری

خاکساری کا اثر بعد فنا بھی نہ گیا
کبھی اونچی نہ زمیں سے ہوئی تربت میری

ایک ساعت کو ہے چپ تو میں یاد کروں
کوئی سنتا نہیں اے شورِ قیامت میری

میکشو دخترِ رز کو مرے آگے سے ہٹاؤ
کچھ نہ بن آئے گی بگڑ گئی جو نیت میری

موت کو مژدہ ہے افسوس ہے ارمانوں پہ
ضعف بڑھتا ہے گھٹی جاتی ہے طاقت میری

میں تو کہتا ہوں کہ وہ آئینہ آئینہ کیونکر
ناصحا ہو ہی تو قابو میں طبیعت میری

کسی ہاتھ اس سے بڑی نکلی تری لف دراز
میں تو سمجھا تھا ہمت کچھ گئی ہمت میری

عقل کہتی ہے کہ رہ معرکہ عشق سے دور
دل یہ کہتا ہے ہٹیگی نہیں ہمت میری

نازکی کس کی پسند آئے مجھے اے اکبر
نازک اب حد سے زیادہ ہے طبیعت میری

میری جمعیت دل کا نہیں ساماں کوئی
اپنی زلفوں کی طرح خود ہے پریشاں کوئی

اسقدر تیز روی باگ ذرا نرم کرو
پیچھے پیچھے ہے ترے عمر گریزاں کوئی

دل تو ہے میرا اگر تیر تمہارے ہوں تو ہوں
کھینچے دو نگا نہ انہیں ہے میں پیکاں کوئی

لوگ پہنچانے کو تا منزل اول آئے
اور یاں زاد سفر کا نہیں ساماں کوئی

مرحبا صل علیٰ حسن کے یہ سینے ہیں
دیکھکر آئینہ خود ہو گیا حیراں کوئی

فصل گل آئی ہے اب عام ہوئی وحشت دل
چاک ہونے سے بچیگا نہ گریباں کوئی

قیس نے نجد سے باہر کبھی رکھتے نہ قدم
ہمنے چھوڑا نہیں وحشت میں بیاباں کوئی

یاد ہے مجھکو کسی گل کا کتابی چہرہ
میں پڑھاؤں جو پڑھے مجھسے گلستاں کوئی

تو وہ افعی ہے کہ منتر ہی نہیں ہے جسکا
تیرا کاٹا نہ جیا اے شب ہجراں کوئی

میں جو کہہ لیتا ہوں کچھ ہے مجھے حیرت اکبر
میری جمعیت دل کا نہیں ساماں کوئی

جنت میں مکاں اپنا بناتے ہیں نمازی
مسجد میں بڑے شوق سے جاتے ہیں نمازی

معبود بھی خوش ہوتا ہے محبوب بھی راضی
سجدہ کیلئے سر جو جھکاتے ہیں نمازی

خدمت کیلئے حوریں سکونت کیلئے خلد
چھوٹے نہیں جا سے ہیں سماتے ہیں نمازی

کہتا ہے یہ دروازہ پہ داروغہ جنت
ہٹ جاؤ کہ فردوس میں جاتے ہیں نمازی

حوریں ہیں لئے ہاتھ میں ہر رنگ کے میوے
پھل اپنی نمازوں کا یہ پاتے ہیں نمازی

ظہر و سحر و عصر کو مغرب کو عشا کو
اللہ کے دربار میں جاتے ہیں نمازی

ڈرتے ہیں قضا ہونے سے مٹتے ہیں ادا پر
جاں اپنی نمازوں میں لڑاتے ہیں نمازی

سجدہ کا نشاں چاند سا روشن ہے جبیں پر
حوران بہشتی کو لبھاتے ہیں نمازی

حوران جناں کہتی ہیں اکبر سے کہ سرکار
لو تم بھی چلو خلد میں جاتے ہیں نمازی

زمیں ملجائے طیبہ میں مجھے سرکار تھوڑی سی
یہی اک عرض ہے سن لو سر دربار تھوڑی سی

ہے وقت جانکنی اسوقت تو صورت دکھا دیجے
کہ باقی ہے حیات عاشق بیمار تھوڑی سی

مری مشکل کشائی کیجئے یہ مشکلیں مولا
تمہیں آسان بہت سی ہیں مری دشوار تھوڑی سی

ہوا جاتا ہوں غرق بحر عصیاں المدد مولا
کہ کشتی ہوتے ہوتے رہ گئی ہے پار تھوڑی سی

جھلک اس حسن دلکش کی دکھا دو چشم موسیٰ کو
مرے مولا ذرا سی شدید ابرار تھوڑی سی

زلیخا کی طرح آتے خریداری کو خود یوسف
دکھاتے تم تجلی گر سر بازار تھوڑی سی

بس اے اکبر اسے چلکر مدینہ میں بسر کیجئے
بہت سی ہو چکی اب زندگی ہے یار تھوڑی سی

اپنی محفل میں تو خوش ہو کے بلائے ساقی
تیرے قربان میں اے گیسوؤں والے ساقی

نام جم جم ترا میخانۂ ہستی میں رہے
دیدے اک جام پیاسوں کی دعا لے ساقی

کھینچ لایا ہے مجھے کوثر پہ ترا شوق یہاں
کرتا پھرتا تھا سرِ حشر میں نالے ساقی

کسقدر نشۂ غفلت سے پڑا ہوں بیہوش
اب گرا میں یہ چلا بہرِ خدا اے ساقی

سوئے رخ کستی ہیں جھک جھک کے گھٹائیں کالی
لوں بلائیں تری اے گیسوؤں والے ساقی

حامد و احمد و محمود محمد قاسم
پیاسے پیاسے ہیں ترے نام نکالے ساقی

اپنے اکبر کو بھی اک جام محبت دینا
اے نئے ساغروں کے بانٹنے والے ساقی

روضۂ سید مظلوم کے جانے والے
ہیں مکاں گلشن فردوس میں پانیوالے

اس پہ مرتے ہیں کہ ہو خاک شفا جائے مزار
بے ٹھکانے نہ رہیں شہ کے ٹھکانا لینوالے

تشنگی میں بھی رہے فیض کے دریا جاری
تھے نہ حیدر کے پسر آنکھ چرانیوالے

ہائے پانی نہ ملا اُن کو لبِ نہر فرات
جنکے ماں باپ تھے کوثر کے لٹانیوالے

روضۂ شاہ پہ رہ جائینگے جا کر اکبر
نہیں نادر کی طرح لوٹ کے آنیوالے

میں صدقے ترے نور کے تاج والے
مجھے بھی تو متوالا اپنا بنا لے

مری جان و دل تیرے اوپر تصدق
مرے دین و ایماں ہیں تیرے حوالے

تڑپتا ہے دل اور ترستی ہیں آنکھیں
کہاں ہے تو اے زلف لٹکانیوالے

بوقتِ شفاعت محمدؐ سے حق نے
کہا میرے پیارے جہاں سے نرالے

تو مانگ اپنے ماں باپ یا اپنی امت
بس ان دونوں سے ایک کو بخشوا لے

کہا سن کے مولا نے رو کر خدا سے
کہ اے عزت و عظمت و شان والے

ترے رحم پر اپنے ماں باپ چھوڑے
و لے نار سے میری امت بچا لے

کہا جوش میں آ کے بحر کرم نے
کہ پیارے تو چاہے جسے بخشوا لے

خدا کہہ رہا تھا محمدؐ سے اکبر
کہ گلزار جنت ہے تیرے حوالے

سنگ کو آپ چھوئیں جوہر قابل ہے وہی
آپ چن لیں جسے ایجان جہاں دل ہے وہی

آپ جس گھر میں قدم رنجہ کریں دل ہے وہی
رونق افروز جہاں آپ ہوں منزل ہے وہی

تم وہی ہو مگر افسوس وہ باتیں نہ رہیں
ہیں وہی شخص ہوں ایجان مرا دل ہے وہی

اٹھ گیا دیدۂ عاشق سے دوئی کا پردہ
وہی لیلیٰ ہے وہی قیس ہے محمل ہے وہی

جسے کی اپنی حقیقت پہ نظر ہے آگاہ
بیخبر آپ سے جو شخص ہے غافل ہے وہی

جس کا میلان نہ دنیا کی طرف ہو وہ ہے مرد
مبتلا ہو جو تری زلف کا مائل ہے وہی

ہمکو ہر وادیٔ تحریر میں کھٹکا کیا ہے
پاؤں پھیلا کے جہاں سو گئے منزل ہے وہی

ہے کوئی ایسی مسافر کے لئے جا اکبر
نام ہے قبر مگر عیش کی منزل ہے وہی

بشر سے سنا گیا ہو حضرت علیؑ کی
خدا جانتا ہے حقیقت علیؑ کی

شریعت میں ہے فرض الفت علی کی
ہے ایمان مومن محبت علیؑ کی

بلا کر شب وصل حضرت کو حق نے
دکھا دی سر عرش صورت علیؑ کی

ابھی سے اڑیں سب زمین نجف کو
ملک پر کھلے گر حقیقت علیؑ کی

الٰہی وہ دن مجھکو آنکھوں سے دکھلا
کہ دیکھوں نجف جا کے تربت علیؑ کی

چمن قابل سیر صحن علی ہے
ہے غنچہ میں بو گل میں نکہت علیؑ کی

زمین آسمان سب یہ ہیں چار دن کے
کہیں اس سے پہلے ہے خلقت علیؑ کی

علی بازوے قوت مصطفےٰ ہے
ہے زور ید اللہ طاقت علیؑ کی

نکالے زلیخا بھی یوسف کو اپنے
دکھاتا ہے اکبر بھی صورت علیؑ کی

جو جستجو ہے تو ہے تیری جستجو باقی
جو آرزو ہے تو بس تیری آرزو باقی

نہ میں ہوں نہ رہے میری آرزو باقی
قیام تجھکو ہے ہے تیری جستجو باقی

اُسے بقا نہیں ہرگز جو تجھ سے خالی ہے
نہیں فنا اُسے رہجائے آبرو باقی

گہر کیطرح سے ہو جائے گوشہ گیر بشر
جو چاہتا ہے کہ رہجائے آبرو باقی

بنا یا کرتے تھے جو رات رات بھر زلفیں
یہ مٹ گئے نہ رہا ایک تار مو باقی

نہ جائیگی کبھی لاگ اُنکے تیغ ابرو کی
رہے گا جسم میں جبتک مرا گلو باقی

ہوئی نہ بند بس مرگ چشم عاشق زار
کسی کی دید کی ابتک ہے آرزو باقی

نکل چکی ہیں مرے دل کی سب تمنائیں | اب ایک جان ہے یا تیری جستجو باقی

کھلا یہ آمد و رفت نفس سے اے اکبر
ابھی تو ہم کو ہے اپنی ہی جستجو باقی

نہیں ہمکو خوف عذاب سے کہ تو عاصیوں کا کفیل ہے | ترا نام رحمتِ عالمین تو حبیبِ ربِّ جلیل ہے
کوئی تجھسا اے شہ دوسرا نہ حسین ہے نہ شکیل ہے | ترا نور نورِ جلیل ہے ترا حسن حسنِ جمیل ہے
شجر و حجر ملک و بشر ہیں زبانِ حال سے نغمہ گر | کہ درود بھیجنا آپ پر رہِ مغفرت کی دلیل ہے
تو خدا کا سچا حبیب ہے تجھے حق سے وصل نصیب ہے | ترا یا محمدؐ مصطفےٰ کوئی مثل ہے نہ عدیل ہے
درِ ساقیٔ تسنیم پر یہی دھوم ہوگی بہشت میں | چلو پینے والو سبیل ہے چلو پینے والو سبیل ہے
ترے حکم کا جو مطیع ہے وہ مکینِ خلدِ رفیع ہے | تری راہ سے جو پھرا شہا وہ خراب ہے وہ ذلیل ہے

دم واپسیں مرے کبریا ہے کلمہ تیرے حبیبؐ کا
بزبان اکبر بے نوا کہ یہ زادِ راہ قلیل ہے

یا نبیؐ دکھلایئے مکھڑا خدا کے واسطے | ایک جلوہ اپنے حسنِ دلربا کے واسطے
میں ونگا نذرِ خالق روزِ محشر میں غریب | آپ کی تصویر لیجاؤں خدا کے واسطے
ایسی آلودہ نگاہوں کو وہاں کب بار ہے | اور آنکھیں ہیں جمالِ مصطفےٰ کے واسطے
صورتِ کعبہ یہاں سے بھی نکلجائیں یہ بت | ہے مکانِ دل شہِ ہر دوسرا کے واسطے
کعبۂ دل پاک کر رکھا ہے میں نے یا نبیؐ | میہماں ہو آپ ہی سا اس سرا کے واسطے
خاکِ نعلینِ شہِ دین ہاتھ آجائے اگر | ہو وہ سرمہ دیدۂ دل کی ضیا کے واسطے

سب اسی کیواسطے ہیں جسقدر ہیں آفتیں
آدمی پیدا ہوا رنج و بلا کے واسطے

خال رُخ دیکھا جو تیرا ہوگیا میں تندرست
ہے یہی حب الشفا دل کی دوا کیواسطے

آدمی ہوں میری اصلیت ہے اکبر بھول چوک
ہے خطا میرے لئے میں ہوں خطا کیواسطے

ابھی آئے تھے ابھی چل بسے مرنیوالے
یوں سفر کرتے ہیں دنیا سے گزرنیوالے

آفتیں ڈھاتے ہیں دنیا میں سنورنیوالے
لوٹے لیتے ہیں زمانے کو نکھرنے والے

صفت بوئے گل اس باغ جہاں سے گذرے
کیا سبکدوش گئے آپ پہ مرنیوالے

آپ سمجھا ہیں مگر دشمنو سائل کا سوال
ہم تو ہیں قبر کا منہ خاک سے بھرنیوالے

تمام سے راہ عدم کے مجھے کیوں وحشت ہے
سب اسی راہ سے اکدن ہیں گذرنیوالے

کھل گیا بھید میں یار ترے گھونگھٹ کا
منہ دکھاتے نہیں دل لیکے مکرنیوالے

دوری گھر ہیں گھر آنگن ہیں پر نیادونکے
آنکھوں میں پھرتے ہیں جی دل میں اترنیوالے

کشتی عمر کنارے کے قریب آپہنچی
بحر ہستی سے ہیں ہم پار اترنیوالے

خوب دیکھی ہے اندھیری شب غم کی اکبر
ہم نہیں تیرگی قبر سے ڈرنے والے

سیہ کاریاں بخشوا کملی والے
محمد حبیب خدا کملی والے

مجھے اپنا جلوہ دکھا کملی والے
کہ ہوں میں ترا مبتلا کملی والے

سینے تا کہ سایہ ترا چیتر رحمت
یہاں سے وہاں اڑگیا کملی والے

پسند آئی خالق کو معراج کی شب
تو کر سایہ زلفوں کا جھک آئی سر پہ
گرجتے ہیں بادل چمکتی ہے بجلی
کھلی رنگ مزّمّل سے محبت
عبادت میں ہر شام کو صبح کرنا
نہ اتنی عبادت کو ہم نے کہا تھا
عبادت کو کرکم ہیں روتے فرشتے

ترے کاکلوں کی ادا کملی والے
سیہ کاریوں کی گھٹا کملی والے
تو کملی میں اپنی چھپا کملی والے
کہ کہتا تھا خود یہ خدا کملی والے
ہمارے لئے مرحبا کملی والے
ورم پاؤں پر آگیا کملی والے
سحر کا اُجالا ہوا کملی والے

پسند آئی خالق کو اللہ اکبر
عبادت تری مرحبا کملی والے

کہتے ہیں خالق یہاں محبوبؐ جانی چاہیئے
دیکھکر معراج میں اُن کو فرشتوں نے کہا
ہجر شہ میں بستر غم پر گرا یا ہے مجھے
داستانِ غم کہانی درد کی جز آپ کے
شافع محشر نہیں میرے گناہوں کا شمار

خلد میں سیاحت محبوب جانی چاہیئے
ایسا مہمان چاہیئے یوں میہمانی چاہیئے
اور کیا طاقت مجھے اے ناتوانی چاہیئے
کس سے کہنی چاہیئے کسکو سُنانی چاہیئے
ایسے عاصی پر تمہاری مہربانی چاہیئے

جاں بحق تسلیم ہے عشق رسول اللہ میں
تربت اکبر مدینہ میں بنانی چاہیئے

رہیں زمانہ ہوا اُن سے دل لگائے ہوئے
عدم سے آئے ہیں سر پر یہ بوجھ اٹھائے ہوئے

مجھی سے چلتے ہیں چالیں مرے سکھائے ہوئے
بنا کے آئے ہیں مجھکو مرے بنائے ہوئے

خرام ناز ذرا دیکھ بھال کر کیجئے
ہم اپنی آنکھیں ہیں زیر قدم بچھائے ہوئے

یہ کیا ہوا کہ بھڑک اٹھی آتش الفت
یہ آگ سینہ میں تھے کب سے ہم دبائے ہوئے

اشارہ کیجئے تیغ نگہ کو دیر ہے کیا
یہ کشتے ہیں کھڑے سب گردنیں جھکائے ہوئے

دل و جگر ہیں انہیں کے کھینگے اونکی سی
حباب اختیار سے اپنے گئے پرائے ہوئے

وہ رشک شمع پئے فاتحہ جو آیا ہے
چراغ ہیں مرے مرقد کے جھلملائے ہوئے

نیچے نظر میں بھلا اپنی کیا حسین کوئی
نگاہ میں تو مری آپ ہیں سمائے ہوئے

جہاں میں عید تھی کل جنکی دید کی اکبر
پڑے ہیں آج لحد میں وہ منہ چھپائے ہوئے

آج بیتاب وہ رشک گل تر کتنا ہے
بھری آنکھوں میں خدا جانے اثر کتنا ہے

تم جو فرماتے ہو دل کو مرے چھوٹا سا مکاں
آؤ خود دیکھو تو وسعت میں یہ گھر کتنا ہے

ہمسری کا قد دلدار کی ہے سرو کو شوق
اے صبا دیکھ تو موزوں یہ شجر کتنا ہے

ہاتھ آئی ہے تری حلقہ بگوشی جو اسے
شور دریا میں ہے اعزاز گہر کتنا ہے

اس حسین سے بھی کہتا ہے مرا دیدۂ تر
دیکھوں باریک ترا موئے کمر کتنا ہے

روز کرتا ہے دو چار کو جا کر تہ خاک
باوجود اسکے بھی غافل یہ بشر کتنا ہے

دے بھی ڈالو کہیں دل یار کو تم اے اکبر
خیر گر اسمیں ضرر ہے تو ضرر کتنا ہے

مہر ذرہ ہے شہ ارض و سما کے آگے
شمع پروانہ ہے محبوبِ خدا کے آگے

بندۂ بے درم صاحبِ لولاک ہیں ہم
آدمی کیا ہے کہیں ہم تو خدا کے آگے

آپ کی ذاتِ مبارک کا وسیلہ ہے ہمیں
کیوں اجابت نہ ہے اپنی دعا کے آگے

ہوگیا رنگِ حنا جوشِ خجالت سے سیاہ
نہ جما رنگ بھی خونِ شہدا کے آگے

صبح کو چلتی ہے جسدم یہ مدینہ کی طرف
ہم بھی اڑتے ہوئے ہوتے ہیں صبا کے آگے

یوں ہے حضرت کو رسولوں کی جماعت میں فروغ
ماہ جسطرح چمکتا ہے سہا کے آگے

جیسے قطرہ کی حقیقت ہو سمندر کے حضور
یوں خطا ہے مری حضرت کی عطا کے آگے

غازۂ عارضِ عصیاں ہے شفاعت لاریب
سرخرو ہوں گے گنہگار خدا کے آگے

سرخرو معرکۂ عشق میں اکبر ہی رہا
نہ بڑھا کوئی شہیدانِ وفا کے آگے

زلفِ شبگوں سے جو وہ عارضِ زیبا نکلے
ارنی کہتے ہوئے قبر سے موسیٰ نکلے

کہیے دل نذر کو نکلے کہ کلیجا نکلے
کون دونوں میں پسند آپکو ہے کیا نکلے

دے اگر اذن زیارت رخِ موزوں تیرا
سرو گلزار سے خود بن سے طوبیٰ نکلے

کیا بتائیں ہے کہاں خانہ بدوشوں کا مقام
ابھی گلشن میں ہیں صحرا میں ابھی جا نکلے

دی اجازت نہ تڑپنے کی دمِ ذبح بھی حیف
وہ نہیں چاہتے اتنی بھی تمنا نکلے

بزمِ ہستی کی ہے انسان کے دم سے رونق
خوب دیکھا تو ہمیں انجمن آرا نکلے

ہمنے پھیلائی تو ہے جنسِ محبت کی دوکان
یا خدا کوئی خریدار ادھر آ نکلے

الفتِ آلِ عبا سے رہے معمور یہ دل
حشر میں کوئی تو بخشش کا وسیلہ نکلے

آج ہیں گرمِ فغاں ہم بھی چمن میں اکبر
آشیانے میں سے کیوں بلبلِ شیدا نکلے

مدینے کی عجب روشن زمیں ہے
رسول اللہ کا جلوہ یہیں ہے

رسول اللہ کی صورت کے قرباں
یہی نقشہ تو نقشِ اولیں ہے

لکھا ہے ہم نے حضرت کو عریضہ
ہمارا نامہ بر روح الامیں ہے

مدینہ کیوں خدا کو ہو نہ محبوب
کہ یہ محبوب کی پیاری زمیں ہے

پڑھا ہم نے خطِ تقدیر اپنا
درِ جاناں ہے اور اپنی زمیں ہے

کمر خم ہو گئی بارِ گنہ سے
یہ پشتارہ تو اب اٹھتا نہیں ہے

وہاں کیا بار پائی ہو کسی کی
غرورِ حسن اس کا ہمنشیں ہے

چھپا کر اس کو رکھ چھوڑا ہے ہم نے
خدنگِ نازِ قاتل دل نشیں ہے

توکل ہے ہمیں اپنے خدا پر
ہمارے پاس اکبر کیا نہیں ہے

مرا دل وہی دلربا بھی وہی ہے
جو ہے مدعی مدعا بھی وہی ہے

جو دردِ جگر ہے شفا بھی وہی ہے
مرض بھی وہی ہے دوا بھی وہی ہے

تعین سے باہر ہوئے جب تو سمجھے
جو ہے ابتدا انتہا بھی وہی ہے

وہی رنگِ گل ہے وہی آہ بلبل
چمن بھی وہی ہے صبا بھی وہی ہے

محبت کی آنکھیں غضب کی نگاہیں
جفا بھی وہی ہے وفا بھی وہی ہے

وہی آئینہ ہے وہی عکس عارض
صفا بھی وہی ہے ضیا بھی وہی ہے

چمن میں صبا نے کہا گوش گل میں
جو نکہت ہے زلف رسا بھی وہی ہے

وہی ہجر میں نا امیدی کی حالت
شب وعدہ پھر آسرا بھی وہی ہے

وہی زندگی ہے وہی مرگ اکبر
بقا بھی وہی ہے فنا بھی وہی ہے

---

زلف عنبر بو سر رخسار رہنے دیجئے
سومن دہندوں میں اب تکرار رہنے دیجئے

رات اب تھوڑی سی ہے انکار رہنے دیجئے
ہاتھا پائی ہو چکی سرکار رہنے دیجئے

مر ہی جاؤنگا اگر اترا محبت کا بخار
حضرت عیسیٰ سے مجھے بیمار رہنے دیجئے

رات بھی باقی ہے رخصت آپ کرتے ہیں حضور
صبح تک قسمت مری بیدار رہنے دیجئے

توڑیئے میری طرف کھڑکی نظارہ کیلئے
غیر کے گھر کی طرف دیوار رہنے دیجئے

پھر وہی تکرار بے معنی وعدہ بے سبب
اب نہ مانا جائیگا اصرار رہنے دیجئے

آ گئے دن کا سحر کہ اور روز قتل عام ہے
جاں نثاری کیلئے دو چار رہنے دیجئے

قایل فقر اک ہم جانبازوں کے سر پہ صفدر
ٹھوکروں ہی میں سر اغیار رہنے دیجئے

اب مدینہ سے نکلنے کا ہو اکبر کو حکم
اپنے مسکن میں شہ ابرار رہنے دیجئے

---

اب تو کچھ کام ہمارے بھی صبا آتی ہے
قصر محبوب کا پردہ تو اٹھا آتی ہے

کوچہ گیسوئے جاناں سے یہ کیا آتی ہے
آج بل کرتی ہوئی باد صبا آتی ہے

قصرِ فردوس ہے اے حور لقا تیرا گھر
کھڑکیوں سے تری جنت کی ہوا آتی ہے

آج تو پاؤں زمیں پر نہیں جمتے اس کے
کوچۂ یار سے کیا بادِ صبا آتی ہے

ایسے سوئے ہیں عدم والے نہ لی کروٹ بھی
نیند کیسی تہِ دامانِ قضا آتی ہے

اسکی آنکھوں نے مگر قافلۂ دل لوٹا
شور اُٹھتا ہے نہ آواز ذرا آتی ہے

حسن گزرا تو شباب آیا لڑکپن نہ رہا
تن کے چلتے ہیں تو اب اُنکو حیا آتی ہے

ساقی شیشوں کی لگا دے مرے آگے تو قطار
دیکھ اُتری ہے وہ گھنگور گھٹا آتی ہے

رکھا اکبر نہ گناہوں نے کسی قابل حیف
کس زباں سے یہ کہوں بندہ ہوں حیا آتی ہے

رقیب چھوڑ چلا تم ملال کر بیٹھے
کدھر خیال گیا کیا خیال کر بیٹھے

بچاؤں کیونکر اسے کسطرح انہیں ٹالوں
غضب ہوا کہ وہ دل کا سوال کر بیٹھے

فلک کی چال ہے یہ آدمی کی چال نہیں
چلے تو لاکھوں ہی کو پائمال کر بیٹھے

خبر نہیں کہ ہے کاجل کی کوٹھری دنیا
یہاں جو بیٹھے وہ دامن سنبھال کر بیٹھے

ٹٹولتے ہیں جگر کو کہ دل کو ڈھونڈتے ہیں
وہ میرے سینہ میں کیوں ہاتھ ڈالکر بیٹھے

جہاں ہے نقش بر آب اسمیں دم کے دم ہے قیام
کوئی کسی سے یہاں کیا ملال کر بیٹھے

کیا خیال ذرا بھی نہ خونِ عاشق کا
حنا سے تم کفِ گلرنگ لال کر بیٹھے

ہجوم چاک گریبانوں کا ہے کوچہ میں
حضور پردے سے کیوں منہ نکالکر بیٹھے

یہ کیا کیا کہ نہیں دیدہ بادل اے اکبر
تمہیں خبر نہیں وہ تم سے چالکر بیٹھے

واہ کیا خوب اسیری مری تقدیر میں ہے
پانوں زنجیر میں دل زلف گرہ گیر میں ہے

ہوگئی پشت بہ دیوار اُسے دیکھ کے خلق
اے پری زاد وہ حیرت تری تصویر میں ہے

کوششیں سینکڑوں کیں میں نے اثر کچھ نہ ہوا
شدنی نام اُسیکا ہے جو تقدیر میں ہے

میرے گھر آپ قدم رنجہ کریں یا شہ دیں
آپکی خاک قدم کا اثر اکسیر میں ہے

ہے یہ بےچین کہ دم بھر نہیں لیلیٰ کو قرار
کیسی جھنکار یہ مجنوں تری زنجیر میں ہے

اوکماندار نہیں جان بھی ہیں تجھے عزیز
ہے تعجب کہ تجھے کشمکش اک تیر میں ہے

میں بھی ہوں فکر میں تیری کہ برابر کی ہے چوٹ
تو جو اے چرخ ستمگر مری تدبیر میں ہے

ہے خدا سے مجھے فردوس کے ملنے کی اُمید
باپ آدمؑ تھے مرے یہ مری جاگیر میں ہے

کیوں نہ بھاگے گی بلائے شب ہجر اے اکبر
اثر آہ سحر نالۂ شبگیر میں ہے

کملی اوڑھے ہوئے اے نازکے پالے آجا
اپنے قدموں سے مری آنکھیں لگالے آجا

اے مرے عالم رویا کے اجالے آجا
خواب میں زلف کو مکھڑے سے ہٹالے آجا

بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا

خاک سے اپنے مسافر کو اٹھالے آجا
اپنے قدموں سے مری آنکھیں لگالے آجا

بےبسی پر مری سب کرتے ہیں نالے آجا
بیکسی پر مری خوں روتے ہیں چھالے آجا

راہ میں چھوڑ گئے قافلے والے آجا

انبیا میں سے کسی نے نہ یہ رتبہ پایا
تجھ پہ اللہ ہے یوسف پہ زلیخا شیدا

کون ہے عرش مکاں کون ہے شاہ دوسرا
کون ہے ماہ عرب کون ہے محبوب خدا

اے دو عالم کے حسینوں سے نرالے آجا

اے مسیحا مرے کیا رنگ نکھار کہا ہے
مری بالیں پہ طبیبوں کو بٹھار کھا ہے
ملک الموت نے گو شور مچار کھا ہے
دم تری دید کو آنکھوں ہیں لگار کھا ہے

مر رہے ہیں ترے بیمار سنبھالے آجا

میرے مولا مرے عصیاں مجھے شرماتے ہیں
موئے تن سے ہیں سوا گننے میں کب آتے ہیں
بال بیکا نہو اعمال کو تلواتے ہیں
ہوں سیہ کار مرے عیب کھلے جاتے ہیں

کملی والے مجھے کملی میں چھپالے آجا

ہم سے عاصی ہیں گنہگار سبکر و محتاط
نیکیوں کی ہے کمی بار گنہ کی افراط
تھکے ماندوں میں کہاں پار اتر نیکی بساط
دیکھتے ہیں تجھے بہر بہر کے ضعیفان صراط

ڈگمگاتے ہیں قدم کون سنبھالے آجا

شب معراج میں کیا لطف تھا اللہ غنی
خود کہا خالق اکبر نے کہ اے میرے نبی
ہم نے عرفاں کے خزانوں کی تجھے کنجی دی
وقف ہے تیرے لئے دولت کنز مخفی

کھل گئے ہفت سماوات کے تالے آجا

متصل عرش کے جب وہ شہ بطحا گزرا
بولے قدسی کہ وہ اللہ کا پیارا آیا
دھوم تھی چار و طرف صل علیٰ صل علیٰ
پہنچا محبوب تو مشاطۂ رحمت نے کہا

خلوت راز میں اے ناز کے پالے آجا

خلوت راز میں پھر عرش سے آواز آئی
اے میرے لاڈلے اے ہاشمی المطلبی

میرے محبوب خوش اسلوب رسول عربی
ہمنے خوش ہوکے تجھے ساری خدائی بخشی

اپنے بندوں کو کیا تیرے حوالے آجا

کُل خوبی سے ہے تو اور گلشن وحدت ہے یہاں
مایۂ ناز ہے تو آیۂ الفت ہے یہاں

جسکی صورت ہے تو اور حسن کی سیرت ہے یہاں
رنگِ وحدت ہے یہاں غنچۂ وحدت ہے یہاں

اے گُلِ گلشن لولاک لمالے آجا

ہمنے دیکھا تجھے تو دیکھ ہمارا جلوہ
اب بھلا طالب و مطلوب میں پردا کیسا

اب بے تکلف یہاں پہنے ہوئے نعلین کو آ
لامکاں اپنا مکاں عرش سمجھ فرش بنا

تو ہمارا ترے سے ہم چاہنے والے آجا

ہائے دل ایک جوان عربی نے چھینا
اکبر آتا نہیں خوش ہند میں کھانا پینا

آرزو ہے کہ مدینہ میں ہو مرنا جینا
صورتِ لالہ ہے پُرداغ بیاں کا سینا

پڑ رہے ہیں ترے بیمار کے لالے آجا

قطعہ

کیا کرسکے گی موت درشتی کرکے
ہم قوتِ بازوئے علیؓ رکھتے ہیں

اک دم اُسے مار لینگے کشتی کرکے
جنت سے لی ہے دھینگا مشتی کرکے

ایضاً

ہے الفتِ اہلبیت فرض انسان پر
ذات اُنکی محیط جزو و کل ہے اکبر

عشق اِن سے نہو تو آئے حرف ایمان پر
حکم انکا ہے جملہ عالم امکان پر

## قطعہ

اتفاق اسمیں ہمیں بہی ہے کہ عجلت ہے خراب
اُس بُرے وصف سے موصوف ہے شیطان لعین

کبھی ہو سکتا ہے یہ کل کا دن آجائے آج
لاکھ کوشش کریں سر ماریں یہ ممکن ہی نہیں

وصل قسمت میں ہے جس روز اُسی دن ہوگا
غم ہجر آدمی کے ٹالے سے ٹلتا ہے کہیں

آنیوالی ہے جو شے آپ ہی آجائے گی
ہم کو لازم نہیں ہم چھوڑ دیں صبر و تسکیں

ہے طبیعت میں جو سیماب کی خاصیت ہو
کیا بدل دیگی یہ رفتار سپہر بریں

اور اگر ہم سے اُسے دور ہی رہنا ہے ضرور
پھر تو ہم ہو نہیں سکتے کبھی اس شے کے قریں

ہے جو قسمت میں کسی چیز کا شامل ہونا
عرش سے کھینچ کے لے آئیگی اسکو یہ زمیں

کام فرمائے تانی کو ہر انسان اکبر
التانی من اللہ ہے قول شہ دیں

## رباعی

کعبہ میں بہی جاکے دیکھہ آیا تجھہ کو
بتخانہ میں بہی کہیں نپایا تجھہ کو
اکسیر کے نسخوں کی طرح سے دل میں
جس نے پایا تجھے چھپایا تجھہ کو

## تمام شد